جنوری - فروری ۲۰۰۳ء

مصلح موعودؓ نمبر

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

پیشگوئی مصلح موعود

”اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول ولاخر۔ مظہر الحق وَالْعَلاَءِ کَاَنَّ اللّٰہُ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمرًا مَّقْضِیًّا۔“ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

PERIODICALS POSTAGE PAID AT
CHAUNCEY, OHIO 45719
POSTMASTER
Send address changes to
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719-0226

The Ahmadiyya Gazette is published by the
Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.

قصیدہ

(درمدح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

مکرم ومحترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا یہ قصیدہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء کے اخبار الفضل قادیان دارلامان میں شائع ہوا

اے دعائے امام کی تاثیر
اے مسیحا کے خواب کی تعبیر

حسن و احسان میں تو ہے کس کی نظیر
یعنی کس کی ہے ہو بہو تصویر

حق نے بھیجے خلیل و اسمٰعیل
کعبہ دل کی تا کریں تعمیر

دل کہ تھا آذری صنم خانہ
ہو بلند اس میں نعرۂ تکبیر

حال میں منعکس ہوا ماضی
نورِ اسلام تا ہو عالمگیر

ہوئے مبعوث احمدؐ لولاک
کنزِ مخفی ہوا ظہور پذیر

تھا ثریا پہ شاہد ایماں
پھر دلوں میں اسے کیا جاگیر

اولیں آخریں ہوے ملحق
ہوئی تقدیم ہمرہ تاخیر

لطف حق سے ہیں حضرت عیسٰی
راحت افروز وادیٔ کشمیر

پر ابھی آسماں کو تکتے ہیں
جو زمیں پر لکیر کے ہیں فقیر

تا کجا طولِ رشتہ امید
بیوفائے کہن ہے چرخِ پیر

ہے نبوت خدا کی اک تقدیر
اور خلافت ہے ایزدی تدبیر

مبتدا احمدؑ اور خبر محمود
ایک مرجع ہے ایک اُس کی ضمیر

سر پہ نصرت ہے دل ہیں فرشِ قدم
حق نے بخشا تجھے تاج و سریر

تیرے قبضے میں ایک تیغ دو دم
حسنِ تقریر و خوبیِ تحریر

بولنے والے دیکھے بھالے ہیں
کوئی لائے کہاں سے یہ تاثیر

لکھنے والے بھی جانچے تولے ہیں
اپنی نظروں میں پر سبھی ہیں حقیر

بہ گیا دل پگھل کے آنکھوں سے
حَبَّذا سوز و گرمی تقریر

رہ گیا ہاتھ مل کے دشمنِ بد
مرحبا زور و شوخیِ تحریر

تیرا ہر لفظ ہو گیا گویا
آیتِ تزکیہ کی اک تفسیر

قلبِ خالص ہو تیرے پرتو سے
تیری صحبت ہے روکش اکسیر

شہسوارِ مجالِ علم و عمل
ملکِ دل تو نے کر لیا تسخیر

عہد تیرا ہے عہدِ فضلِ عمرؓ
دین اسلام کی ہوئی تشہیر

یورپ امریکہ اور افریقہ
حق کا پیغام لے گئے ہیں سفیر

پہنچے دنیا میں غازی تبلیغ
جاری ہر سو ہوا جہادِ کبیر

ق پھیلا اسلام ہے بزورِ تیغ
شور برپا کیا کئے جو شریر

ق غیرت حق بھی جوش میں آئی
مل رہی جرم کی انہیں تعزیر

تیرے دم میں ہے عیسوی اعجاز
اور قلم میں ہے بُرّشِ شمشیر

زور بازوئے قدرتِ حق نے
اک جواں کو کیا جہاں کا پیر

مدح سے تیری ذات مستغنی
ہاں یہ ہے عرض حال کی تدبیر

عرقِ خجلت ہوں روئے غفلت پر
ایک قطرہ نہیں مری توقیر

منہ گریباں میں گر کبھی ڈالا
شرمساری ہوئی گریباں گیر

چشمِ گریاں و سینہ بریاں
آہ سوزاں و نالہ شب گیر

ہے یہ لے دے کے کائنات میری
میں سراپا ہوں درد کی تصویر

ہے دعا تیری اپنی جاں کی سپر
اس کے آگے چلے نہ تیغ نہ تیر

نہ عمل ہے نہ علم ہے مجھ میں
مجھ پہ روتی ہے خود میری تقصیر

حق میں عاصی کے کر دعائے خیر
ہے دعا تیری کیمیا تاثیر

خاک افتادہ ہوے پاک و بلند
یعنی ذرہ ہو رشکِ مہر منیر

نفس امارہ ، مطمئنہ ہو
فیلِ بدخو ہو بستۂ زنجیر

مرضی مولا از ہمہ اولیٰ
مجھ کو یکساں ہو سب قلیل و کثیر

رنج امروز نے غم فردا
فکر ایّام ہو نہ دامنگیر

دل بپائے تو جاں فدائے تو
تجھ پہ قربان سب صغیر و کبیر

قلب مظہرؔ نہیں جو پہلو میں
ہو گا فتراک میں ترے نخچیر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن ۶۵:۱۲)

النـــــور

جنوری ۲۰۰۳ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

نگران اعلیٰ : ڈاکٹر احسان اللہ ظفر، امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ : مختار احمد چیمہ

مدیران : ناصر احمد جمیل۔ عمران حیّ

معاونین : مظہر منصور، محبوب ہمایوں، نجمہ کھوکھر

پرنٹرز : فضلِ عمر پریس ایتھنز اوہائیو۔ یو۔ایس۔اے

لکھنے کا پتہ : Editors An-Noor, Masjid Baitur Rehman, 15000 Good Hope Road, Silver Spring, MD 20905

فہرست مضامین

ضروری گذارش

لکھنے والوں سے گذارش ہے کہ اپنے مضامین کے ساتھ اپنا نام مکمل پتہ اور ٹیلی فون نمبر لکھنا نہ بھولیں۔ اگر آپ کے مضامین کا مسودہ ٹائپ شدہ ہے تو آپ اسے

GAZETTEUSA@YAHOO.COM

پر ای میل بھی کر سکتے ہیں۔

درس القران

لیڈر اور امام بننے کی دعا

(تفسیر کبیر۔ حضرت المصلح موعودؓ)

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ☆الفرقان:۵۵

ترجمہ: اور وہ لوگ بھی (رحمٰن کی بندے ہیں) جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

تفسیر: رحمٰن کے بندوں (عبادالرحمٰن) کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اِس دعا کو بھی نظر انداز کر دیا اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت سے غافل ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے تمام حکومتیں ان کہ قبضہ سے نکل گئیں اور اغیار نے اُن کے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اگر مسلمان اپنے دورِ حکومت میں اُن بلند اخلاق کے حامل رہتے جن کا اِس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ رات اور دن اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے کہ خدایا ہمیں ایسی اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا موجب ہو۔ اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی نیک تربیّت سے کبھی غافل نہ ہوتے تو وہ نالائق بادشاہ امتِ محمدیہ میں کیوں پیدا ہوتے جنہوں نے تخت وتاج کو اپنی عیاشیوں کی نذر کر دیا۔ اور وہ حکومتیں جو اُن کے آباؤ اجداد نے بڑی بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کی تھیں اُن کو اپنی بدکرداریوں سے ضائع کر دیا۔ یہ تنزل مسلمانوں پر اس لئے آیا کہ وہ عبادالرحمٰن کے فرائض بھولتے چلے گئے اور جب انہوں نے خدا تعالیٰ کو بھلا دیا تو خدا بھی انہیں بھول گیا۔ اور اس نے انہیں تاج وتخت سے محروم کر دیا۔ بیشک یہ جو کچھ ہوا نہایت افسوسناک ہے لیکن اگر آئندہ نسلوں کی تربیت کی توجہ کریں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں کہ وہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی نسلوں کو نیکی پر قائم رکھے اور ہمیشہ ان کا وجود ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنے تو اب بھی وہ اپنی کھوئی ہوئی متاع کو دوبارہ حاصل کر سکتے

ہیں۔پس انہیں اپنی ہمتوں کو بلند کرنا چاہیے اور مایوسی کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ مومن چھوٹی چھوٹی باتوں پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ لیڈر اور امام بننے کی دعا کرتا ہے۔مگر کن کا امام، متقیوں کا امام، غیر متقیوں کا نہیں۔ممکن ہے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہر شخص کس طرح لیڈر اور امام بن سکتا ہے۔سو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر مرد کوشش کرے کہ میری بیوی دین سے واقف ہو۔نماز روزہ کی پابند ہو۔دینی کاموں میں حصہ لینے والی ہو، بچوں کی نیک تربیت کرنے والی ہو تو مرد امام ہوگا اور بیوی ماموم۔اسی طرح اگر ماں اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرے تو وہ امام ہوگی اور اولاد ماموم۔اور اولاد کے نیک کام بھی اس کی طرف منسوب کئے جائیں گے۔عورت قبر میں سو رہی ہوگی مگر جب اس کے بچے صبح کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے لکھ رہے ہوں گے کہ اس بی بی نے صبح کی نماز پڑھی۔اسی طرح اگر اس نے اپنی اولاد کو تہجد کی عادت ڈالی ہوگی تو فرشتے لکھ رہے ہونگے کہ اس نے تہجد کی نماز پڑھی۔یہی حال مردوں کا ہے وہ بھی جتنے لوگوں کی ہدایت کا موجب بنیں گے ان سب کے نیک اعمال کے ثواب میں وہ بھی شریک ہونگے۔اس طرح وہ امام ہونگے اور دوسرے لوگ ماموم۔

غرض اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہمیشہ اپنی آئندہ نسل کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ نور ایمان جو اُن کے دلوں میں پایا جاتا ہے صرف اُن کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ قیامت تک چلتا چلا جائے اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہ آئے جس میں ان کی اولاد یا ان کے متبع اور شاگرد دنیاداری کی طرف مائل ہو جائیں اور خدا اور رسول کے احکام پر دنیا کو مقدم کرلیں۔قرآن کریم نے حضرت اسمٰعیلؑ کی بڑی خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ

كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ (مریم ع ۴) یعنی وہ اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کیا کرتے تھے تاکہ خدائے واحد کی حکومت دنیا میں ہمیشہ قائم رہے۔اور ہمیشہ کے لئے نماز اور زکوٰۃ کا سلسلہ جاری رہے۔اور یہی ہر مومن کا کام ہے اور اسکا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنی اولاد کی نیک تربیت سے کبھی غافل نہ ہو وہاں وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتا رہے اور خود ان کا معلّم بنے اور انہیں اس قابل بنائے کہ وہ ہمیشہ اسلام کا جھنڈا اونچا رکھیں۔اور محمد رسول ﷺ کا نام بلند کرتے رہیں۔☆

درس الحدیث

مہمان نوازی کے اصول

عن ابی شریح الکعبیؓ ان رسول اللہ ﷺ قال:

"من کان یومن باللہ ولیوم الاخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یومہ الیلتہ۔ الضیافۃ ثلثۃ ایام و ما بعد ذالک فھو صدقۃ ولا یحل لہ ان یتوی عندہ حتی یخرجہ۔"

وروایۃ مسند:"الضیافۃ ثلاث فما زاد اعلی ذالک فھو صدقۃ"

(ابوداود کتاب الطعمۃ باب فی الضیافۃ)

ترجمہ: حضرت شریح بن کعبیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کی وہ مہمان کی عزت کرے اور ایک دن رات سے تین دن رات تک اسے مہمان رکھے۔اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ اور نیکی کی بات ہوتی ہے اور مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت اس کے یہاں ٹھہرا رہے۔اور میزبان کو تکلیف میں ڈالے۔

اور مسند کی روایت ہے:

مہمان نوازی تین دن کے لئے ہے۔اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گناہ ایک روحانی بیماری ہے

اس وقت تک انسان گناہ کرتا ہے جب تک وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اس وقت تک وہ اس کا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ یہ تشخیص نہ کرلے کہ مرض کا اصل سبب کیا ہے اور جب وہ مرض کا اصل سبب معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ لیکن جب تک پورے پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہو لیتی تو وہ عمدہ طور پر اس کا علاج نہیں سوچ سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی بیماری ہے جب تک اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے اور یہ گناہ کا خیال ہی پیدا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ کرتا ہے جب تک وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے بھلا کیا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو یا اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک سویا ہوا ہو اور ایسا اندھیرا کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے۔ اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے ہو اس وقت کرتا ہے جبکہ خدا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا نہ اس وقت جبکہ اس کو یقین ہو کہ خدا ہے۔ اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس کی خلاف مرضی کروں گا تو وہ اس کی سزا دے گا۔ جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے ماتحت ہوں اور وہ میری بد اعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرات نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑیئے کے سامنے باندھ دیا جاوے تو کسی دوسرے کھیت کی طرف جانا تو درکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جاوے تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی کیونکہ ایک خوف جان اس پر غلبہ کئے ہوئے ہے۔ پس جبکہ خوف ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے۔ اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اس پر گرے گا اور تباہ کردے گا۔

پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اس کو گناہ سے بچائے گا اور یہ سچا ایمان پیدا کرے گا۔

(ملفوظات جلد دوم ص ۶۰۵)

سلطان القلم جماعت کے صاحب قلم حضرات متوجہ ہوں

امسال ادارہ احمدیہ گزٹ و **النور** درج ذیل موضوعات پر خصوصی شمارہ جات شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے:

مارچ — مسیح موعود نمبر
اپریل — رحمۃ اللعالمین ﷺ نمبر
مئی — خلافت نمبر
جولائی — ایم۔ایم۔احمد نمبر
اکتوبر — قران کریم نمبر

آپ سے گذارش ہے کہ ان خصوصی شمارہ جات کے لئے مضامین لکھیں۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے پاس نادر اور یادگار تصاویر ہوں جو آپ احباب جماعت کی دلچسپی کی خاطر چاہتے ہوں کہ النور میں شائع ہوں تو براہ کرم ایسے تمام مضامین اور تصاویر درج ذیل پتہ پر ارسال کریں:

Editors, Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

اگر آپ کے مضامین اور تصاویر کسی خصوصی نمبر کے متعلق ہیں تو کوشش کریں کہ یہ ہمیں تاریخ اشاعت سے کم از کم دو ماہ قبل مل جائیں۔ اپنے مضامین کے ساتھ اپنا نام، مکمل پتہ اور ٹیلی فون نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

بہتر ہوگا کہ آپ کا مضمون کمپیوٹر پر ٹائپ شدہ ہو۔ اس صورت میں آپ مسودہ GAZETTEUSA@YAHOO.COM پر ای میل کر سکتے ہیں۔

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے پاس ہوتا ہوں جہاں کہیں بھی وہ مجھے یاد کرے یا میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کریں

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدۃ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴/دسمبر ۲۰۰۱ء بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

آج یہ اس سال کے رمضان کا آخری جمعہ ہے جسے عامۃ الناس جمعۃ الوداع کہتے ہیں حالانکہ نہ تو قرآن کریم میں کسی جمعۃ الوداع کا ذکر ہے نہ کسی حدیث میں۔ حجۃ الوداع کا ذکر تو ہے مگر جمعۃ الوداع کا کوئی ذکر نہیں۔ پس آج اس اختتامی خطبہ پر میں نے وہی دعا کا مضمون ہی چنا ہے جو ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔

اس جمعہ کے متعلق میں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ اس کی ایک برکت بھی ہے کہ بہت سے لوگ جنہوں نے ساری عمر نماز تک نہ پڑھی ہو وہ اس جمعہ پر آ جاتے ہیں اور جمعۃ الوداع سے ان کی مراد یہ ہے کہ ''ٹا ٹا''، بس چھٹی ہے۔ آئندہ اگلے سال دیکھیں گے۔ مگر اس کثرت سے نمازی اس جمعہ پر آتے ہیں کہ سارا سال تمام دنیا میں مسجدیں اتنا نہیں بھرتیں جتنا اس جمعہ پر بھر جاتی ہیں۔ تو ایک بھلائی تو بہر حال اس جمعۃ الوداع کے معروف ہونے میں ہے کہ اس کے نتیجہ میں کم سے کم ایک دفعہ تو نماز پڑھنے کی کسی کو توفیق مل جاتی ہے اور دنیا بھر میں یہی حال ہے۔ کہیں کوئی مسجد خالی نہیں ہوگی بلکہ کناروں سے باہر تک بھری پڑی ہوگی۔ اب اس موقعہ کی نسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوا کہ جمعۃ الوداع کے دن لوگ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور اس کا نام قضاء عمری رکھتے ہیں۔ یہ میں نے پہلی دفعہ سنا ہے مگر ہے بہر حال۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ گزشتہ نمازیں جو ادا نہیں کیں، اُن کی تلافی ہو جاوے، اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ ایک فضول امر ہے مگر ایک دفعہ ایک شخص بے وقت نماز پڑھ رہا تھا، کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں، اسے منع کیوں نہیں کرتے؟۔ فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس آیت کے نیچے ملزم نہ بنایا جاؤں (اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی)'' ۔ (یعنی کیا تو نے دیکھا نہیں وہ شخص جو اس شخص کو روکتا تھا جو نماز کے لئے کھڑا ہوتا تھا)۔ ہاں اگر کسی شخص نے عمداً نماز اس لئے ترک کی ہے کہ قضاء عمری کے دن پڑھ لوں گا تو اُس نے ناجائز کیا ہے اور اگر ندامت کے طور پر تدارک مافات کرتا ہے تو پڑھنے دو کیوں منع کرتے ہو۔ آخر دعا ہی کرتا ہے۔ ہاں اس میں پست ہمتی ضرور ہے۔ پھر دیکھو منع کرنے سے کہیں تم بھی اس آیت کے نیچے نہ آ جاؤ''۔

(الحکم ۔ ۲۴/اپریل ۱۹۰۳ء۔ فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۵)

اب سورۃ الصافات کی آیت ۷۶ تا ۸۱: {وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ. وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ . وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ. وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ. سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ . اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ}۔

اور یقیناً ہمیں نوح نے پکارا تو (دیکھو) ہم کیسا اچھا جواب دینے والے ہیں۔ اور ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو بڑی بے چینی سے نجات بخشی۔ اور ہم نے اس کی ذریت کو ہی باقی رہنے والا بنا دیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا۔ سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں۔ یقیناً ہم اِسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے بندے کے پاس ہوتا ہوں جہاں کہیں بھی وہ مجھے یاد کرے یا میرے ذکر سے اُس کے ہونٹ حرکت کریں۔(بخاری۔ کتاب التوحید)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:"خدا تعالیٰ نے میرا نام نوحؔ بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے: وَلَا تخاطبنی فی الذین ظلموا انّھم مغرقون۔ یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شفاعت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ مَیں اُن کو غرق کروں گا۔خدا نے نوحؑ کے زمانہ میں ظالموں کو قریباً ایک ہزار سال تک مہلت دی تھی۔ اور اب بھی خیر القرون کی تین صدیوں کو علیحدہ رکھ کر ہزار برس ہی ہو جاتا ہے۔اس حساب سے اب یہ زمانہ اُس وقت پر آپہنچا ہے جبکہ نوح کی قوم عذاب سے ہلاک کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے: اِصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔یعنی میری آنکھوں کے روبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا۔وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔یہ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے۔"(براہین احمدیہ حصہ پنجم ،روحانی خزائن۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴)

ایک مومن کی اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا قبول ہوتی ہے

سورۃ الشوریٰ آیت ۲۷: {وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ }۔اور وہ اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور اپنے فضل سے انہیں بڑھا دیتا ہے۔جبکہ کافروں کے لئے تو بہت سخت عذاب (مقدر) ہے۔

اس ضمن میں حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے جلد مقبول ہونے والی وہ دعا ہے جو ایک غائب دوسرے غائب کے لئے کرتا ہے (سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ) ۔یعنی جس کو پتہ ہی نہیں کہ میرے لئے کوئی دعا کر رہا ہے اس کے لئے جب دعا کی جاتی ہے تو اس غرض سے نہیں کہ وہ میرا ممنون احسان ہو بلکہ وہ تو بالکل غافل ہے۔اس کو کیا پتہ کہ کون میرے لئے دعا کر رہا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں "شامؔ" میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔وہ تو نہ ملے۔ہاں اُن کی بیوی امّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھیں۔انہوں نے کہا: کیا آپ اِس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں؟۔مَیں نے کہا: ہاں۔امّ درداء نے کہا: تو پھر ہمارے لئے بھی دعائے خیر کرنا کیونکہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان کی اپنے بھائی کے لئے اُس کی غیر موجودگی میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔اس دعا کرنے والے کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔چنانچہ جب بھی وہ بھائی کے لئے کوئی خیر و برکت کی دعا کرتا ہے وہ فرشتہ کہتا ہے: آمین، اور تیرے حق میں بھی یہ دعا قبول ہو۔

(مسلم۔ کتاب الذکر و الدعاء)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا۔وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! مَیں تجھ سے تیری نعمت کی انتہاء کا طلبگار ہوں۔آپؐ نے اُسے فرمایا: نعمت کی انتہاء سے کیا مراد ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا: میری اس سے مراد ایک دعا ہے جو مَیں نے کی ہوئی ہے اور جس کے ذریعہ مَیں خیر کا اُمیدوار ہوں۔آپؐ نے فرمایا: نعمت کی انتہاء یہ ہے کہ جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے اور آگ سے نجات عطا ہو۔ اسی طرح آپؐ نے ایک اَور شخص کی دُعا سنی جو کہہ رہا تھا:

یا ذُوالجَلالِ وَالاِکْرَام ۔ تو آپؐ نے فرمایا: تمہاری دعا قبول ہوگئی۔اب مانگ جو مانگنا ہے۔اسی طرح آپؐ نے ایک اَور شخص کو سنا جو دعا کر رہا تھا: اے میرے اللہ! مَیں تجھ سے صبر مانگتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے ابتلا مانگا ہے، خدا سے عافیت کی دعا کرو۔(ترمذی۔ کتاب الدعوات)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دعا کرنے لگتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے تھے۔(ترمذی کتاب الدعوات)۔ یعنی آنحضرت ﷺ کو اپنی رسالت کا اتنا یقین تھا کہ سمجھتے تھے کہ پہلے رسول پر دعا ہو پھر دوسروں کے لئے دعا ہو۔ تو جس طرح دوسروں کو نصیحت فرماتے تھے اس پر خود بھی عمل درآمد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمرہ کے لئے مَیں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا: ''میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا''۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے حضورؐ کی اس بات سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاکَ''۔اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرمانا جب بھی وہ تیرے حضور دعا کرے۔ (ترمذی۔کتاب المناقب۔باب مناقب ابی اسحق سعد بنی ابی وقاص)

حضرت شُرَحْبِیْل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سِمْط کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کعب بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سناؤ جو تم نے خود سنی ہو۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مُضَر کے خلاف بددعا کی۔ یہ ایک قبیلہ تھا جس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بددعا دی تھی اور وہ قحط سالی کا شکار ہو گیا تھا اور بہت برا حال تھا اس کا۔ مَیں آپؐ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی اور آپ پر بڑی عطا کی اور آپ کی دعا سنی ہے (جس کے نتیجہ میں) آپ کی قوم (یعنی مُضَر) ہلاک ہو گئی ہے۔ پس اب آپ اُن کے حق میں دعا کریں۔ اس پر آپؐ نے اعراض کیا۔ تو مَیں نے (دوبارہ) عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی اور آپ پر بڑی عطا کی اور آپ کی دعا سنی ہے (جس کے نتیجہ میں) آپ کی قوم (مُضَر) ہلاک ہو گئی ہے۔ اس لئے آپؐ اُن کے لئے دعا کریں۔ اس پر آپؐ نے کہا: اے اللہ! ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو رحمت والی ہو، فصلیں بڑھانے والی ہو اور بھرپور ہو، نفع بخش ہو اور نقصان دہ نہ ہو۔ اس پر ابھی ایک جمعہ یا اتنا ہی عرصہ نہ گزرا تھا کہ ان پر بارش نازل ہو گئی۔(مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی مشرک والدہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے اسے دعوت اسلام دی تو اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں وہ باتیں سنائیں جو میں سخت ناپسند کرتا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں روتا جاتا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا لیکن وہ ہمیشہ انکار کر دیتی تھی۔ آج میں نے اسے جب دعوت اسلام دی تو اس نے مجھے آپکے بارہ میں وہ باتیں سنائیں جو میں سخت ناپسند کرتا تھا۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی :اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اے اللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔

میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سن کر خوشی خوشی واپس لوٹا۔ جب میں گھر آیا اور دروازے کی طرف گیا تو دروازہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا ابوہریرہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں نے پانی گرنے کی آواز بھی سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے غسل کیا اور لباس پہنا اور جلدی سے اپنی اوڑھنی لی اور پھر دروازہ کھولا اور کہا :ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ابوہریرہ کہتے ہیں میں واپس رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا۔ اس دفعہ بھی میں رو رہا تھا مگر یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرما کر ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دیدی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا بہت اچھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اور میری ماں کے لئے اپنے مومن بندے پیارے بنا دے اور ان کے دلوں میں ہم محبوب بنیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اپنے غلام ابوہریرہ اور اس کی ماں کو مومنوں کا محبوب اور مومنوں کو ان کا محبوب بنا دے۔

اب دیکھو، یہ ابوہریرہؓ کا قول ہے، ہر مومن جس نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوتا اور صرف میرے متعلق سنا ہوتا ہے، وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابی هریرة)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات کے میدان میں لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خدا کے اس وفد کو خوش آمدید۔ اگر یہ (اہل وفد) خدا تعالیٰ سے کچھ مانگیں گے تو اللہ ان کو عطا کرے گا اور ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشے گا اور اگر (ان میں سے) کوئی شخص (خدا کی راہ میں) ایک درھم خرچ کرے گا تو اس کا بدلہ اُس کو ہزاروں ہزار گنا زیادہ ملے گا۔(کنزالعمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! مَیں بھی ایک بشر ہوں۔ پس مومنوں میں سے اگر کسی کو مَیں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہو یا کسی کو برا بھلا کہا ہو یا کسی پر لعنت ڈالی ہو یا کسی کو مارا ہو تو اس کو اُس کے لئے رحمت، پاکیزگی اور قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنادے۔(مسلم کتاب البر والصلة)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات ہیں دعا کے متعلق۔فرماتے ہیں:

''دُعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے تب اُس مرد فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جائے۔ یہ دعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھوں سے ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ انسان خدا میں فانی ہوتا ہے اور دعا کرنے کے وقت میں حضرت احدیت وجلال میں ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اسوقت وہ ہاتھ اس کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔یہی دعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے۔دعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں اور ان کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیت دعا کا یقین غیب سے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔سچ یہی ہے کہ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے ۔دعا سے ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دور پڑے ہوئے ہیں۔

ایک دعا ھی ھے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والے پر تجلّی کرتا ھے

نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بے ہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلی کرتا اور اَنَــا الْـقَــادِر کا الہام ان کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بخشتا ہے اور تمام شکوک وشبہات دور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا کہ کیونکر اور کہاں سے اس کو حاصل ہوئے بلکہ صرف تدبیروں پر زور مارنے والا اور دعا سے غافل رہنے والا یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یقیناً وحقاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اس کے مقاصد کو اس کے دامن میں ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہونے پر خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے اور اس قبولیت دعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے اور اس طرح وقتاً فوقتاً

یقین سے پُر ہو کر جذبات نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے۔ لیکن جو شخص دعا کے ذریعہ سے خداتعالیٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بے شمار دولت اور مال اور اسبابِ تنعم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیاں اس کے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتیں بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر میں بڑھتا جاتا ہے۔ خداتعالیٰ پر اگر اس کو کچھ ایمان بھی ہو تو ایسا مردہ ایمان ہوتا ہے جو اس کو نفسانی جذبات سے روک نہیں سکتا اور حقیقی پاکیزگی بخش نہیں سکتا''۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۹۔۲۴۰)

۱۹۰۰ء کے الہامات کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''ایک دفعہ مجھے مرض ذیابیطس کے سبب بہت تکلیف تھی۔ کئی دفعہ سو سو مرتبہ دن میں پیشاب آتا تھا۔ دونوں شانوں میں ایسے آثار نمودار ہو گئے جن سے کاربنکل کا اندیشہ تھا۔ تب مَیں دعا میں مصروف ہوا تو یہ الہام ہوا: ''وَالْمَوْتِ اِذَا عَسْعَسَ''۔ یعنی قسم ہے موت کی جب کہ ہٹائی جائے۔ چنانچہ یہ الہام بھی ایسا پورا ہوا کہ اس وقت سے لے کر ہمیشہ ہماری زندگی کا ہر ایک سیکنڈ ایک نشان ہے''۔

(نزول المسیح۔ صفحہ ۲۳۵)

''۷ر جنوری ۱۹۰۰ء کو صبح کی نماز کے وقت حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ پرسوں کی نماز میں جب مَیں التحیّات کے لئے بیٹھا تو بجائے التحیّات کے یہ دعا پڑھنے لگ گیا: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلَیْکَ وَ یُرَدُّ دُعَآءُ اَعْدَآءِکَ عَلَیْھِمْ۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے خیال کیا کہ یہ کیا پڑھ رہا ہوں، تو معلوم ہوا کہ الہام ہے۔'' (رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۱۔ صفحہ ۱۰۴۔ روایات میاں محمد الدین صاحبؓ ولد میاں نورالدین صاحب ضلع گجرات)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۲ر نومبر ۱۹۰۳ء کو رؤیا میں دیکھا کہ:-

''مَیں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آج بہت سی دعائیں امور ضروری کے متعلق مانگ لوں۔ اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ آخر مَیں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بھول گئیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ ایک دعا یہ ہے کہ: الٰہی! میرے سلسلے کو ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو۔ اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں تھیں۔ اتنے میں خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے سال ہو جاوے۔ مَیں نے دعا کی۔ اُس نے آمین نہ کہی۔ مَیں نے وجہ پوچھی، وہ خاموش ہو رہا۔ پھر مَیں نے اُس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اُس نے کہا اچھا دعا کرو، مَیں آمین کہوں گا۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر پچانوے برس کی ہو جاوے۔ اُس نے آمین کہی۔ مَیں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا، اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اُس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا کہ یہ وجہ تھی، فلاں وجہ تھی جو میرے ذہن سے جاتا رہا مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا کہ گویا وہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔''

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۷۔ بتاریخ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۷۴)

تو یہ دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جو کشف ہے یہ بھی حیرت انگیز ہے۔ اس نے شرح صدر کے ساتھ آخر تک آمین نہیں کہی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ پچانوے سال نہیں ہوئی۔ تو جو دعائیں قبول نہیں ہوتیں ان میں بھی حکمت ہوتی ہے، ان میں بھی خدا کا ایک نشان ہے۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک خادم فضل الدین صاحب المعروف فجا نے ایک روایت سنائی کہ ایک دفعہ اتفاقاً ایک لیمپ میں تیل ڈالتے ہوئے میرے کپڑوں میں آگ لگ گئی...... میرا بہت سا جسم جل گیا اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کہنے لگے کہ یہ بیس منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرمانے لگے کہ ایک گھنٹہ بمشکل زندہ رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمانے لگے کہ ''مَیں نے ابھی رؤیا دیکھا ہے اور اس کو باغ میں دیکھا ہے''۔ مطلب یہ کہ اولاد والا ہوگا...... پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے لئے ساری رات دعا کی اور حضرت امّ المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور دو اَور عورتوں کو پاس باری باری بٹھایا اور ساری رات میرے لئے دعا کی۔ اور آخر اللہ تعالیٰ

نے مجھے موت سے نجات بخشی اور شفا عطا فرمائی۔“

(تذکرہ۔ صفحہ۸۱۶۔۸۱۷۔ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

اور یہ بڑا ہو کر صاحب اولاد ہو کر مرا ہے۔

”ایک دفعہ ڈاکٹر نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدمِ صحت کا لڑکا سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی والدہ بہت بیتاب تھی۔ اس کی حالت پر رحم آیا۔ اور دعا کی تو الہام ہوا: ”اچھا ہو جائے گا“۔ اسی وقت یہ الہام سب کو سنایا گیا جو پاس موجود تھے۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا خدا کے فضل سے بالکل تندرست ہو گیا۔“

(نزول المسیح۔ صفحہ ۲۳۰)

”مٹھہ ٹوانا ضلع شاہ پور سے ایک سکھ معہ اپنے لڑکے کے آیا۔ اُس کے لڑکے کو غالباً تپ دق کا مرض تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علاج کرانے آیا تھا۔ اس لڑکے کا باپ دعا کے لئے حاضر ہوتا۔ آپ دعا فرماتے۔ آپ کو الہاماً ایک نسخہ معلوم ہوا جو اس پر حضرت مولوی صاحب کی معرفت استعمال کرایا گیا اور وہ لڑکا شفایاب ہو گیا۔

(الفضل۔ جلد ۳۰، نمبر ۱۴۴۔ بتاریخ ۲۴/جون ۱۹۴۲ء صفحہ ۳)

روایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ:

”لاہور سے ایک بی۔اے نوجوان بتوں کا رہنے والا بڑا تیز طبع ہمارے حضرتؑ کو دیکھنے کے لئے (آیا)......حضرت کے دل میں القاء ہوا کہ اس کے لئے دعا کرو۔ دعا کی۔ معاً اس کا دل تبدیل کیا گیا اور بیعت کی درخواست کی۔“ (اصحاب احمد، حصہ دوم۔ صفحہ ۱۱۷ مکتوب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ۱۹/اپریل ۱۸۹۸ء)

قبولیت دعا کا ایک اور نشان۔ ”شیخ رحمت اللہ صاحب کی دکان کو آگ لگنے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ننگے سر اور ننگے پاؤں سجدے میں گر کر دعا کی تو معاً دعا کرتے کرتے خدا تعالیٰ نے ہوا کا رُخ بدل دیا اور امن امن کی آواز آگئی اور ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ (ملفوظات۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۴۳ طبع جدید ربوہ)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام بھی کتنے پُر یقین تھے ایمان سے ماشاء اللہ۔ جب آگ لگنے کا خطرہ ہوا اور جب آگ لگ گئی دکان کو تو اس وقت تو باہر نکل کر بھاگنے کا وقت ہوتا ہے۔ مگر وہیں سجدہ ریز ہو گئے اور خدا سے دعا کی اور اتنے میں امن امن کی آواز آنی شروع ہو گئی یعنی وہ آگ بجھ گئی۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں: ”ایک دفعہ میری بیوی کے بڑے بھائی حکیم محمد اسماعیل صاحب کی ایک آدمی سے لڑائی ہو گئی جس میں حکیم صاحب نے اس آدمی کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اس مضروب کے وارثوں نے جب اسے قریب الموت پایا تو وہ اسے چارپائی پر ڈال کر حافظ آباد کے تھانے میں لے گئے۔ میری خوش دامن صاحبہ نے جب یہ واقعہ سنا تو مجھے حکیم صاحب موصوف کے لئے دعا کرنے کے لئے کہا۔ مَیں نے جب ان کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی تسکین دی کہ مَیں نے دعا کے بعد ہی سب گھر والوں کو بتایا کہ نہ تو وہ مضروب مرے گا اور نہ ہی اس کے وارث اسے حافظ آباد کے تھانے میں لے جائیں گے اور نہ ہی مقدمہ دائر کریں گے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد واقعی وہ لوگ جو زخمی کو اٹھا کر حافظ آباد لے جا رہے تھے جب تقریباً ڈیڑھ کوس کا فاصلہ طے کر کے حافظ آباد اور اپنے گاؤں کے درمیان ایک نہر کے پل پر پہنچے تو وہاں سے پھر واپس آ گئے اور اس کے بعد وہ مضروب جو بظاہر قریب الموت ہو چکا تھا وہ بھی چند دنوں میں اچھا ہو گیا اور حکیم صاحب کے خلاف مقدمہ بھی کسی نے دائر نہ کیا۔ (حیات قدسی حصہ دوم صفحہ ۹۰)

حافظ عبدالرحمٰن صاحب حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کی قبولیت کا ذکر کرتے ہیں:

”حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا معمول تھا کہ یونیورسٹی کے امتحانات جب شروع ہوتے تھے تو حضرت مولوی صاحب بلا ناغہ روز تشریف لاتے اور لڑکوں کی معیت میں نہایت الحاح سے دعا کرتے پھر تمام لڑکے ہال میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب دعا کر کے آ رہے تھے کہ ہائی سکول کے بورڈنگ کے قریب ملے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور میری بچی حفیظۃ الرحمٰن نے ایف اے فلاسفی کا امتحان دینا ہے اس کے لئے دعا کریں تو وہ شفقت کا پیکر بغیر کچھ جواب دئے میرے ساتھ ہو لیا اور دوبارہ ہائی سکول کے برآمدہ میں پہنچ کر میری بچی کے لئے لمبی دعا کی۔ آپ پر خاص رقّت کی کیفیت تھی۔ دعا کے بعد فرمایا کہ آپ کی بچی کامیاب ہو

جائے گی۔ چنانچہ وہ فلاسفی میں ضلع گورداسپور بھر میں فرسٹ آئی۔(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۲۳۴)

حضرت مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ کی دعا کانمونہ۔مکرم میاں عبدالحق صاحب رامہ کراچی میں اپنا دومنزلہ بنگلہ تعمیر کرارہے تھے کہ نچلی منزل کی تعمیر کے بعد روپیہ ختم ہوگیا۔ بہت فکر مند تھے کیونکہ اوپر کی منزل کی تعمیر کے بغیر حسب منشاء کرایہ پر عمارت نہیں اٹھ سکتی تھی ۔میاں صاحب نے مولوی صاحب سے دعا کی درخواست کی ۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور رات کو دیکھا کہ ایک انگریز بہت اچھا سوٹ پہنے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا ہے اور کہتا ہے میرا نام Copmlete Man ہے۔(یعنی مکمل آدمی)۔ چنانچہ آپ کو یقین ہوگیا کہ ان کا کام ہو جائے گا۔ چنانچہ صبح ہی یہ عجیب حسن توارد ہے کہ ایک امریکن نے آکر رامہ صاحب کو پانچ ہزار روپیہ پیشگی دے دئے اور اس سے وہ عمارت مکمل ہوگئی۔

(اصحاب احمد جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۲۰۸)

انڈونیشیا میں احمدیہ مشن کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ بانڈونگ شہر میں مولانا رحمت علی صاحب ایک احمدی درزی مکرم محمد یوسف صاحب کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہالینڈ کے ایک عیسائی بشپ ادھر آنکلے اور احمدیت اور عیسائیت پر تبادلہ خیالات شروع ہوگیا۔ اور لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا کہ اسی اثناء میں اچانک موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ وہ علاقہ ایسا ہے کہ جب بارش ہوتو کئی کئی گھنٹے مسلسل برستی ہے۔ پادری صاحب جب بحث میں عاجز آگئے توانہوں نے اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے مولانا صاحب کو للکار کر کہا کہ اگر واقعی عیسائیت کے مقابلے پر احمدیت سچی ہے تو اس وقت ذرا اپنے خدا سے کہئے کہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلا دھار بارش کو یکدم بند کر دے۔ اس نادان، کوتاہ نظر اور روحانیت سے عاری پادری کی نظر برستی ہوئی بارش اور گھرے ہوئے بادلوں پر تھی مگر مولانا صاحب نے زندہ خدا پر زندہ ایمان کا ثمرہ چکھا ہوا تھا۔ چنانچہ بلا حیل وحجت اسی وقت بڑی پر اعتماد آواز میں بارش کو مخاطب کر کے کہا:'' اے بارش! تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور احمدیت کے زندہ اور سچے خدا کا ثبوت دے''۔ چنانچہ چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ بارش تھم گئی۔(الفضل ۲۳/جنوری ۱۹۸۴ء)۔انڈونیشیا میں جو بارشیں ہوتی ہیں وہ کئی کئی گھنٹے چلتی ہیں اور بہت بارش ہوتی ہے۔

اب میں آخر پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عربی دعا کا ترجمہ پیش کرتا ہوں:

'' اے میرے ربّ! میرے دل پر اُتر اور میرے سینے سے ظہور فرما بعد اس کے کہ مَیں لُوٹا گیا۔ اور میرا دل نورِ عرفان سے بھر دے۔ اے میرے ربّ! تُو ہی میری مراد ہے، پس میری مراد مجھے دیدے۔ اے ربّ الارباب، تجھے تیرے منہ کی قسم، تُو مجھے کُتوں کی موت نہ مارنا۔ اے میرے ربّ! مَیں نے تجھے اختیار کیا ہے، پس تُو بھی مجھے اختیار کر اور میرے دل کی طرف نظر کر اور میرے قریب آجا کہ تُو بھیدوں کا جاننے والا ہے اور ہر اُس چیز سے خوب باخبر ہے جو غیروں سے چھپائی جاتی ہے۔ اے میرے ربّ! اگر تُو جانتا ہے کہ میرے دشمن سچے اور مخلص ہیں تو مجھے اس طرح ہلاک کر ڈال جیسے سخت جھوٹے ہلاک کئے جاتے ہیں۔ اور اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے ہوں اور تیری طرف سے بھیجا گیا ہوں تو تُو میری مدد کے لئے کھڑا ہو کہ مَیں تیری مدد کا محتاج ہوں، اور میرا معاملہ ایسے دشمنوں کے سپرد نہ کر جو مجھ پر استہزاء کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ اور مجھے دشمنوں اور مکر کرنے والوں سے محفوظ رکھ۔ یقیناً تُو ہی میری شراب ہے اور تُو ہی میری راحت ہے اور تُو ہی میری جنت اور میری ڈھال ہے۔ پس میرے معاملہ میں میری مدد فرما اور میری چیخ وپکار کو سُن اور تُو رحمت نازل فرما محمد (ﷺ) پر جو سب نبیوں سے افضل اور متقیوں کے امام ہیں۔ اور تُو اُنہیںؐ وہ مراتب عطا فرما جو تُو نے کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں فرمائے۔ اے میرے ربّ! تُو وہ سب نعمتیں جو مجھے عطا فرمانا چاہتا ہے، اُنہیںؐ عطا فرما دے۔ پھر مجھے اپنے منہ کے صدقے بخش دے اور تُو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اور سب تعریف تیرے لئے ہے کہ تیرے ہی فضل سے یہ کتاب جمعہ کے روز عیدین کے درمیان واقع مبارک مہینہ میں اتنی مدت کے اندر اندر طبع ہوئی جو لفظ ''عین'' کے اَعْدَاد کے برابر ہے۔(عین سے مراد ستّر ہے اور وہ ستّر دن میں مکمل ہوگئی)۔ اے میرے ربّ! اے دعا کرنے والوں کو جواب دینے والے!! اسے اپنے فضل سے طالبان حق کے لئے مبارک اور فائدہ مند اور صحیح راستہ کی طرف ہدایت دینے والی بنادے۔ آمین ثم آمین۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۰۳۔۲۰۴)

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق آپ کی ایک عظیم الشان دعا ہے جو بہت دفعہ آپ لوگوں نے سنی ہوگی مگر ہر دفعہ یوں لگتا ہے کہ پہلی دفعہ سن رہے ہیں۔ اس میں آنحضرت ﷺ کا حیرت انگیز عشق جلوہ گر ہے:۔

''جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء اِن دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَ غَمِّہٖ وَ حُزْنِہٖ لِھٰذِہٖ الْاُمَّۃِ وَ اَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسبابِ طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے''۔ (برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد ۶۔

آگے قدم بڑھائے جا

(کلام محمود)

ذکرِ خدا پہ زور دے، ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا

دوستوں دشمنوں میں فرق، دابِ سلوک یہ نہیں
آپ بھی جامِ مے اڑا، غیر کو بھی پلائے جا

خالی امید ہے فضول سعیِ عمل بھی چاہیئے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا آس کو بھی بڑھائے جا

جو لگے تیرے ہاتھ سے زخم نہیں علاج ہے
میرا نہ کچھ خیال کر زخم یونہی لگائے جا

مانے نہ مانے اس سے کیا بات تو ہوگی دو گھڑی
قصۂ دل طویل کر بات کو تو بڑھائے جا

کشورِ دل کو چھوڑ کر جائیں گے وہ بھلا کہاں
آئیں گے وہ یہاں ضرور تو انہیں بس بلائے جا

منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تو آگے قدم بڑھائے جا

عشق کی سوزشیں بڑھا جنگ کے شعلوں کو دبا
پانی بھی سب طرف چھڑک آگ بھی تُو لگائے جا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور

خدمت قرآن

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو عظیم الشان صفات کے حامل ایک بیٹے کی خوشخبری دی گئی تھی۔ یہ پیشگوئی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت وجود میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس پیشگوئی میں ایک غرض یہ بتائی گئی تھی کہ "تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ اس مناسبت سے ذیل میں حضرت مصلح موعودؓ اور خدمت قرآن کے تعلق میں ایک مضمون ہدیہ قارئین ہے۔)

خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کو مختلف رنگوں میں خدمت قرآن کی غیر معمولی توفیق حاصل ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آسمان احمدیت پر ابھرتے ہوئے اس ستارے کی طرف اپنوں اور غیروں کی نظریں اسی وجہ سے اٹھنی شروع ہو گئی تھیں کہ آپ کی زبان و قلم سے قرآن مجید کے معارف خارق عادت طور پر اس طرح بیان ہوتے تھے جو ایک نوعمر کی استعداد سے بہت بڑھ کر تھے۔ اس کے ساتھ ہی اگر یہ امر بھی پیش نظر رکھا جائے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی کمزوریٔ صحت کی وجہ سے آپ کی تعلیم کا بخوبی اہتمام نہ کیا جا سکا تھا۔ تو معارف قرآنی کا بیان اور بھی غیر معمولی بات بن جاتی ہے...... آپ نے تین ماہ میں قرآن مجید اور دو ماہ میں بخاری شریف کی تعلیم مکمل کر لی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کے محترم استاد (حضرت مولانا نورالدین، خلیفة المسیح الاولؓ) خود جلد جلد پڑھتے جاتے تھے اور ان کا یہ شاگرد صرف سُن کر ہی سیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق اور عرصہ تعلیم اتنا کم اور مختصر ہے کہ اس میں تو کسی علم کی بنیادی باتیں بھی نہیں سیکھی جا سکتی تھیں۔ چہ جائیکہ قرآن و حدیث کے معارف و مطالب سیکھ لئے جائیں۔ یوں لگتا ہے کہ تعلیم کا یہ کسی قدر اہتمام بھی محض رعایت اسباب کو ادب کا طریق سمجھتے ہوئے کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بخوبی سمجھتے تھے کہ عظیم پیش خبریوں کے اس مصداق کا معلم و مربی خود خدا تعالیٰ ہے اور وہی اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے پر کر دے۔

قرآن کا علم فرشتوں سے حاصل ہوا

مذکورہ بالا منفرد قسم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی اصل تربیت و تعلیم یعنی فرشتوں کے ذریعہ قرآنی علوم و معارف سکھانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری و باطنی میں سے کوئی علم حاصل نہ تھا۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا اور وہ چشمۂ روحانی جو میرے سینے میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے"۔

(الموعود صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا:

"میں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ ہر دفعہ فیل ہی ہوتا رہا ہوں۔ مگر اب میں خدا کے فضل سے کہتا ہوں کہ کسی علم کا مدعی آ جائے جس کا میں نے نام بھی نہیں سنا ہو اور اپنی باتیں میرے سامنے مقابلہ کے طور پر پیش کرے اور میں اسے لاجواب نہ کر دوں تو جو اس کا جی چاہے کہے۔ ضرورت کے وقت ہر علم خدا مجھے سکھاتا ہے اور کوئی شخص نہیں ہے جو مقابلہ میں ٹھہر سکے"۔

(ملائکة اللہ صفحہ ۵۳)

"............ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا دکھایا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں، مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ آسمان پر سے مجھے ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بجتی ہے یا جیسے پیتل کا کوئی کٹورہ ہو اور اسے ٹھکوریں تو اس میں سے باریک سی ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر میرے دیکھتے دیکھتے وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ تمام جوّ میں پھیل گئی۔ اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز متشکل ہو کر تصویر کا چوکھٹا بن گئی۔ پھر اس چوکھٹے میں حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اور اس میں ایک نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی تصویر نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے

آ گیا اور کہنے لگا میں خدا کا فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہیں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ میں نے کہا سکھاؤ، وہ سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جس قدر مفسرین گزرے ہیں ان سب نے یہیں تک تفسیر کی ہے، لیکن میں تمہیں آگے بھی سکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ چنانچہ وہ سکھاتا چلا گیا یہاں تک کہ ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر اس نے مجھے سکھادی۔

جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے کچھ باتیں مجھے یاد تھیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا۔ دوسرے دن حضرت خلیفہ اولؓ سے میں نے اس رؤیا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہ مجھے کچھ باتیں یاد تھیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا اور اب وہ میرے ذہن سے اتر گئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ پیار سے فرمانے لگے کہ آپ ہی تمام علم لے لیا۔ کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سناتے۔ یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا کبھی کسی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورۃ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن کریم کے تمام مشکل مضامین مجھ پر حل کر دئے ہیں یہاں تک کہ بعض ایسی آیات جن کے متعلق حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان کے معانی کے متعلق پوری تسلی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان آیات کے معانی بھی مجھ پر کھول دئے گئے ہیں ''۔(الموعود صفحہ ۸۴ تا ۸۶)

اسی طرح آپؓ فرماتے ہیں:

'' حضرت خلیفہ اولؓ کی زندگی کا واقعہ ہے کہ منشی فرزند علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے قرآن پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ان سے میری اس قدر واقفیت بھی نہ تھی۔ میں نے عذر کیا مگر انہوں نے اصرار کیا میں نے سمجھا کہ کوئی منشاء الٰہی ہے۔ آخر میں نے ان کو شروع کرادیا۔ ایک دن میں پڑھا رہا تھا کہ میرے دل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا کہ آیت ربنا وابعث فیھم رسولا منھم (البقرہ ۱۳۰)۔ سورۃ بقرہ کی کلید ہے اور اس سورۃ کی ترتیب کا راز اس میں رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سورۃ بقرہ کی ترتیب پورے طور پر میری سمجھ میں آ گئی''۔

(منصب خلافت صفحہ ۱۲، ۱۳)

اپنی عمر کے آخری حصے میں شدید بیماری کے دوران جب حضور بغرض علاج بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ خدمت قرآن کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کا سلسلہ وہاں بھی جاری تھا۔ اس سلسلہ میں الٰہی تائید کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

'' چند سال ہوئے کہ میں ایک دفعہ برف دیکھنے ڈلہوزی گیا ہوا تھا۔ وہاں پر میں دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا تو مجھے الہام ہوا کہ دنیا میں امن کا قیام اور کمیونزم کے مقابلہ کے لئے سارے گُر سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ مجھے اس کی تفسیر سمجھائی گئی جو عرفانی طور پر تھی نہ کہ تفصیلی طور پر۔ عرفان کے معنی یہ ہیں کہ دل میں ملکہ پیدا کردیا جاتا ہے لیکن وہ تفصیلی الفاظ میں نازل نہیں ہوتی۔ کچھ دنوں کے بعد دوستوں سے اس کا ذکر آیا اور وہ پوچھتے رہے کہ اس کی کیا تفسیر ہے۔ میں نے کہا میں کبھی اس کے متعلق مفصل رسالہ لکھوں گا۔ خصوصاً جب مخالف دعویٰ کرے کہ اس کے پاس ان دونوں کا جواب موجود ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مشیت تھی کہ مجھے اب تک یہ رسالہ لکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

اب جبکہ میں بیمار ہو گیا ہوں اور بظاہر اس کا موقعہ ملنا مشکل ہے میں نے مناسب سمجھا کہ خواہ اشارۃً ہی چند الفاظ میں ہو میں اس کا مضمون بیان کرتا ہوں تا وہ علماء کے کام آئے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں''۔(الفضل ربوہ ۳۱/مئی ۱۹۵۵ء)

چنانچہ اس موضوع پر حضور نے پر معارف خطبات ارشاد فرمائے جو اخبار الفضل میں چھپ چکے ہیں:

عظمت قرآن

فرشتوں کے ذریعہ خدائی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں آپ کو قرآن مجید سے جو قلبی لگاؤ پیدا ہوا اور جو قرآنی عظمت وشان آپ پر عیاں ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

'' میں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی اور نہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی ہو جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی تعلیم کے برابر ہی ہو۔ تو محمد ﷺ کو خدا تعالیٰ نے وہ علم بخشا جس کے سامنے تمام علوم ہیچ ہیں۔

چودھویں صدی علمی ترقی کے لحاظ سے ایک ممتاز صدی ہے۔ اس میں بڑے بڑے علوم نکلے، بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں اور بڑے بڑے سائنس کے عقدے حل ہوئے مگر یہ تمام علوم محمد ﷺ کے علم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے''۔

(الفضل ۳۰/جون ۱۹۳۹ء)

اپنی شہرہ آفاق تقریر ''سیر روحانی'' میں آپ فرماتے ہیں:

'' پس اے دوستو! میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانہ سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ دنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور دنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتی جتنی سورج کے مقابلہ میں ایک کرم شب تاب حقیقت رکھتا ہے۔ دنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں

کوئی چیز نہیں۔قرآن ایک زندہ خدا کا زندہ کلام ہے اور وہ غیر محدود معارف و حقائق کا حامل ہے۔ یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے کھلا تھا اسی طرح آج ہمارے لئے بھی کھلا ہے۔ یہ ابوبکرؓ کے لئے بھی کھلا تھا، یہ عمرؓ کے لئے بھی کھلا تھا، یہ عثمانؓ کے لئے بھی کھلا تھا، یہ علیؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ بعد میں آنے والے ہزار ہا اولیاء وصلحاء کے لئے بھی کھلا تھا اور آج جبکہ دنیا کے علوم میں ترقی ہو رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں آج کل زیادتی ہو رہی ہے اسی طرح قرآنی معارف بھی آج کل نئے سے نئے نکل رہے ہیں .... ہمیشہ ہی قرآن نئے سے نئے علوم پیش کرتا رہے گا۔ یہی وہ چیز ہے جس کو پیش کرنا ہماری جماعت کا اولین فرض ہے۔.......... یہی وہ خزائن ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقسیم کئے اور یہی وہ خزائن ہیں جو آج ہم تقسیم کر رہے ہیں۔ دنیا اگر حملہ کرتی ہے تو پرواہ نہیں۔ وہ دشمنی کرتی ہے تو سو بار کرے۔ وہ عداوت و عناد کا مظاہرہ کرتی ہے تو لاکھ بار کرے ہم اپنے فرض کی ادائیگی سے غافل ہونے والے نہیں ۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم بیشک ہمارے سینوں میں خنجر مارے جاؤ۔ اگر ہم مر گئے تو یہ کہتے ہوئے مریں گے کہ ہم محمد ﷺ کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے مارے گئے ہیں اور اگر جیت گئے تو یہ کہتے ہوئے جیتیں گے کہ ہم نے محمد ﷺ کا جھنڈا دنیا میں بلند کر دیا''۔

(سیر روحانی صفحہ ۱۱۷:۱۱۸)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

'' ہم نے صرف قرآن کے لفظوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہم خود اس کی محبت کی آگ میں داخل ہوئے اور وہ ہمارے وجود میں داخل ہو گئی۔ ہمارے دلوں نے اس کی گرمی کو محسوس کیا اور لذت حاصل کی ۔ ہماری حالت اس شخص کی نہیں جو دیکھتا ہے کہ بادشاہ باغ کے اندر گیا ہے اور وہ باہر کھڑا اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کب بادشاہ باہر نکلے تو میں اس کی دست بوسی کروں بلکہ ہم نے تو خود بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اس کے ساتھ باغ میں داخل ہوئے اور روش روش پھرے اور پھول پھول کو دیکھا۔ ہم رازی کو نہیں جانتے، ہم ابن حیان کو نہیں مانتے بلکہ مسیح موعودؑ کی صحبت سے ہمیں وہ علوم حاصل ہوئے کہ اگر یہ لوگ بھی ہمارے زمانہ میں ہوتے تو ہماری شاگردی کو اپنے لئے فخر سمجھتے ۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ علوم عطا فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم نے دیکھ لیا کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور محمدؐ رسول اللہ ایک زندہ رسول ہے''۔

(الفضل ۴/اپریل ۱۹۲۴ء)

درسِ قرآن مجید

..........قرآن مجید کی عظمت وشان اور اس کی تفسیر و مطالب کو عام کرنے کی جو دھن آپؓ کو لگی ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی کے ہر ہر لمحہ سے عیاں ہوتی ہے اور آپ کی سوانح کا ہر ورق اس پر شاہد ہے ۔ آپؓ نے ۱۹۱۰ء سے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کی توجہ آپ کی طرف کھینچی وہ آپ کا پُر معارف درس قرآن ہی تھا۔ آپؓ نے اپنی اولاد میں سے سب سے بڑے لڑکے کو کسی بھی مروجہ تعلیم دلانے سے قبل قرآن مجید حفظ کروانے کا اہتمام فرمایا اور باقی ساری اولاد کو بھی عام تعلیم شروع کرنے سے قبل قرآن پڑھانے کا التزام رکھا جو عملی ثبوت تھا اس امر کا کہ آپ ہر علم، ہر شان اور ہر چیز سے زیادہ قرآن مجید کو ترجیح دیتے ہیں۔

آپؓ نے جماعت میں درس قرآن کے اہتمام و انتظام کی بار بار تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

'' صدر انجمن احمدیہ کو چاہئے کہ چار پانچ حفاظ مقرر کرے جن کا کام یہ ہو کہ وہ مساجد میں نمازیں بھی پڑھایا کریں اور لوگوں کو قرآن کریم بھی پڑھائیں ۔ اسی طرح جو قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے ان کو ترجمہ پڑھادیں۔ اگر صبح شام وہ محلوں میں قرآن پڑھاتے رہیں تو قرآن کریم کی تعلیم بھی عام ہو جائے گی اور یہاں مجلس میں بھی جب کوئی ضرورت پیش آئے گی ان سے کام لیا جاسکے گا۔ بہرحال قرآن کریم کا چرچا عام کرنے کے لئے ہمیں حفاظ کی سخت ضرورت ہے......''۔

(الفضل ۲۶/اگست ۱۹۶۰ء)

درس قرآن کے متعلق حضور نے جماعت کو نصیحت فرمائی:

'' قرآن شریف دل سے تعلق رکھتا ہے ۔ اپنے دلوں کو کھولو اور اس کی طرف توجہ کرو۔ جب تک دل نہ کھلے گا اس وقت تک یہ نور نہیں مل سکتا۔ ساری برکتیں اسی میں ہیں اس لئے اس کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

نوجوانوں کے لئے بھی درس کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے کیونکہ ان کے سامنے لوگ نئے نئے اعتراض کرتے رہتے ہیں اور دوسرے دوستوں کے لئے بھی مساجد اور محلوں میں درس کا انتظام ہونا چاہئے۔ علیحدہ طور پر پڑھنے میں یہ نقص ہے کہ بعض لوگوں میں استقلال نہیں ہوتا اور وہ باقاعدہ نہیں پڑھ سکتے۔ درس سے وہ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کی معلومات اور اعتراضات سے بھی آگاہی ہو جاتی ہے۔ اگر درس کے اختتام پر درس دینے والا یہ کہہ دے کہ اس کے متعلق اگر کسی کو کوئی اور نکتہ سوجھا ہو تو بتا دے تو اس سے بھی بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کریم سیکھنے کا یہ بہت آسان ذریعہ ہے ۔ تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قدر تاکید کے باوجود ابھی تک ایک طبقہ ایسا ہے جو اس طرف متوجہ نہیں حالانکہ دروازہ کھلا ہے ، معشوق سامنے بیٹھا ہے مگر قدم اٹھا کر آگے نہیں جاتے''۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۴ء)

اسی طرح حضور نے فرمایا:

''ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ دیوانہ وار نکلیں اور دنیا کو قرآن سے بہرہ ور کرنے کی پوری پوری کوشش کریں ۔ بے شک آج دنیا خدا سے دُور ہو رہی ہے۔ دین سے غافل ہے، قسم قسم کی بدیوں میں مبتلا ہے۔ آج کل کا تمدن اور تہذیب قرآن کے خلاف ہیں ۔ موجودہ طرز حکومت قرآن کے بتائے ہوئے طرز حکومت کے خلاف ہے۔ اس وقت لوگوں کے مشاغل اور عادات واطوار قرآن کے خلاف ہیں۔ ان حالات میں قرآن کو مان لینا بہت مشکل ہے مگر اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ سوائے قرآن کے ان تمام کا علاج بھی کوئی نہیں''۔

(الفضل ۷/ستمبر ۱۹۲۶ء)

درس قرآن مجید کو قرآن کی محبت کے حصول اور فتنوں کے ازالہ کا باعث قرار دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''اصلاح نفس اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک قرآن کریم کا مطالعہ نہ ہو۔ قرآن جان ہے سارے تقویٰ وطہارت کی۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت قلب میں وہ تغیر پیدا کر دیتی ہے جو دنیا کی ہزاروں کتابیں نہیں کر سکتیں۔

قرآن کریم پڑھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ درس جاری کیا جائے ۔ بہت سی ٹھوکریں لوگوں کو اس لئے لگتی ہیں کہ وہ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے ۔ پس ضروری ہے کہ ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کیا جائے ......تا کہ قرآن کریم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔.......... میں سمجھتا ہوں درس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت راسخ ہو جائے گی اور بہت سے فتن کا آپ ہی ازالہ ہو جائے گا''۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ دیوانہ وار نکلیں اور دنیا کو قرآن سے بہرہ ور کرنے کی پوری پوری کوشش کریں

(تقریر دلپذیر جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء صفحہ ۳۱،۳۲)

حضور کے ایسے ارشادات کی تعمیل میں جماعت میں یہ نہایت بابرکت طریق جاری ہے کہ قریباً ہر جماعت میں اور بہت سے خوش قسمت اپنے گھروں میں بھی درس قرآن مجید کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے عام افراد کا علمی معیار وذوق دوسروں کی نسبت بہت بہتر ہونے میں اس مبارک طریق کا بہت بڑا دخل ہے۔

خدمت قرآن کا وسیع دائرہ

کم وبیش دو ہزار خطبات جمعہ، جلسہ سالانہ اور عیدین کی تقاریر وخطبات کے علاوہ خدام، انصار، اطفال و لجنات اور مجلس تشحیذ الاذہان اسی طرح مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین، مجلس ارشاد، نیشنل کور، انجمن ترقی اسلام، انجمن اشاعت اسلام، کشمیر کمیٹی وغیرہ کی مختلف تقاریب اور جلسوں میں حضور کی ہزاروں پُر معارف تقاریر و مضامین قرآن مجید کی تفسیر پر ہی مشتمل ہیں۔ کیونکہ حضور کا یہ طریق مبارک تھا کہ آپ بالعموم قرآن مجید کے کسی مقام کی نہایت پیارے لحن و انداز میں تلاوت فرماتے اور پھر ان کی دلوں کو گرما دینے والی پُر معارف تشریح وتفسیر بیان فرماتے اور بعض مواقع پر آپ کی تقریر میں قرآنی تلاوت کے بغیر بھی قرآن مجید کے کسی مقام کی ایسی واضح تشریح ہوتی کہ سننے والے کا ذہن خود بخود اس مقام کی طرف جاتا اور وہ علوم ومعارف کے ایک نئے عالم سے متعارف ہو جاتا۔ ان ہزاروں تقاریر و خطابات کے علاوہ آپ کی تمام مستقل تصانیف بھی قرآنی انوار کی ایسی بارش کی طرح ہیں جو ضرورت کے وقت نازل ہو کر ہر گوشہ زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔

حضور کے ذریعہ اکناف عالم میں جو تبلیغی و تعلیمی مشن قائم ہوئے وہ قرآنی تعلیم کے ایسے مراکز ہیں جہاں حضور کے شاگرد ان علوم ومعارف کے سکھانے میں دیوانہ وار مصروف ومشغول ہیں جو انہوں نے حضور سے سیکھے تھے۔

اس تعلیم و خدمت قرآن کے دائرہ اثر ووسعت سے مشرق باہر ہے اور نہ مغرب، نہ شمال باہر ہے اور نہ جنوب۔ مصر کا دریائے نیل تو اپنی طغیانی سے مصر کی سرزمین کو سیراب کرتا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے اس بابرکت وجود کے ذریعہ ساری دنیا میں کلام اللہ کا مرتبہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے ساری دنیا کو سیراب کیا اور دریائے نیل کی طغیانی تو کسی خاص موسم کی مرہون منت ہوتی ہوگی مگر یہاں جو سیرابی کا عمل شروع ہوا اس میں کبھی کمی نہیں آتی اور اس کا جاں بخش اور روح پرور عمل کسی دریا کے کناروں تک ہی محدود نہیں زمین کے کناروں تک پھیل گیا اور قوموں نے اس سے برکت حاصل کی اور آئندہ بھی حاصل کرتی رہیں گی۔ انشاءاللہ!۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۶۔ تالیف عبدالباسط شاھد)

بشکریہ لفضل انٹر نیشنل

☆☆☆☆☆

علوم ظاہری و باطنی کا مظہر

(ملک سعید احمد رشید ۔ مربی سلسلہ)

گزشتہ انبیاء، سلف صالحین اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان بیٹے سے نوازا۔ اس عظیم وجود کی خبر خود حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی و معہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست بھی دی اور اس وجود کے اندر جو غیر معمولی قابلیتیں اور صفات پائی جانی تھیں ان سے بھی آگاہ فرمایا۔ ان میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ عظیم وجود بظاہر کوئی علم نہ رکھتا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ خود اس کا معلم ہوگا اور تمام علوم سے اسے بہرہ ور کرے گا۔ خواہ وہ دینی علوم ہوں یا دنیوی، مادی علوم ہوں یا اخلاقی و مذہبی خدا تعالیٰ اسے سکھائے گا۔ چنانچہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:

''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''

(سبز اشتہار)

اس فقرہ میں چار عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں

(۱)......وہ وجود کسی درسگاہ ، یونیورسٹی یا کالج سے علم حاصل نہیں کرے گا۔

(۲)......خدا تعالیٰ خود اس کا معلّم، استاد یا پروفیسر ہوگا۔

(۳)......خدا تعالیٰ اسے تمام دنیوی علوم (ظاہری علوم) سے بہرہ ور کرے گا۔

(۴)......اسی طرح خدا تعالیٰ اسے تمام دینی ، مذہبی یعنی باطنی علوم عطا کرے گا۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تمام کتب، تقاریر، خطبات اور عام گفتگو اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علوم ظاہری و باطنی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو آپؓ کے وجود مبارک سے جاری ہوا۔

دنیا کو چیلنج

آپؓ نے فرمایا: ''مجھے ایک دفعہ ایک فرشتہ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر پڑھائی اور اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک سورۃ فاتحہ کے اس قدر مطلب مجھ پر کھلے ہیں کہ ان کی حد ہی کوئی نہیں۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ کسی مذہب وملت کا آدمی، روحانی علوم میں سے کسی مضمون کے متعلق بھی جو کچھ اپنی ساری کتب میں سے نکال سکتا ہے اس سے بڑھ کر مضامین خدا تعالیٰ کے فضل سے میں صرف سورۃ فاتحہ سے نکال سکتا ہوں۔ مدتوں سے میں دنیا کو چیلنج دے رہا ہوں مگر آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ ہستیٔ باری تعالیٰ کا ثبوت، توحید الٰہی کا ثبوت، رسالت اور اس کی ضرورت، دعا، تقدیر، حشر ونشر، جنت و دوزخ ان تمام مضامین پر سورۃ فاتحہ سے ایسی روشنی پڑتی ہے کہ دوسری کتب کے سینکڑوں صفحات بھی اتنی روشنی انسان کو نہیں پہنچا سکتے''۔

نیز فرمایا: ''جو علوم خدا تعالیٰ نے مجھے سورۃ فاتحہ سے سکھائے ہیں ان کے ذریعہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر مذہب کا ردّ اس سورۃ سے کر سکتا ہوں۔ اور پھر میرا دعویٰ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں دنیا کی تمام اقتصادی تھیوریوں کا جواب موجود ہے۔ خواہ وہ بالشوزم ہو یا کیپیٹل ازم ہو یا کوئی اور۔ ''۔ (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ ۳۵۸)

اسی طرح دنیا کے تمام فلاسفروں اور پروفیسروں کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا کہ مجھے اس کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا کیا گیا ہے ......سو آج میں دعویٰ کے ساتھ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم۔ اے خواہ ولایت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو، خواہ وہ منطق کا ماہر ہو، خواہ علم النفس کا ماہر ہو، خواہ وہ سائنس کا ماہر ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو میرے سامنے اگر قرآن اور اسلام پر کوئی اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دین کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں''۔

ظاہری علوم کے بارہ میں فرمایا: ''کوئی علم ہو خواہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو میں اس پر جب بھی غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو میں نہ سمجھتا ہوں۔ بغیر اس کے کہ میں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق علم دیا ہے اور چونکہ میں قرآن کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس لئے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل نہیں کرنا پڑا۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ان علوم کو جاننے والوں سے میری گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کا مطالعہ اس علم میں نہایت وسیع معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ میں نے اس علم کے متعلق ایک کتاب بھی نہیں پڑھی۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ان تمام ظاہری و باطنی علوم کا سکھانے والا صرف آپ کا خدا تھا نہ کہ کوئی دنیا کا استاد یا پروفیسر۔

☆☆☆

شخصیات

مالک رام کی احمدیت

ڈاکٹر پرویز پروازی

اردو زبان کے جن نامور محققین نے اردو ادب کی تاریخ پر گہرے نقوش مرتب کئے ان میں ایک نام جناب مالک رام کا ہے۔ غالب کے بارہ میں ان کی تحقیق کو استناد کا درجہ حاصل ہے۔ غالب کے احوال وآثار پر ان کی تحقیق کا حوالہ دئے بغیر کوئی محقق ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ ان کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد ان کے مذہب کے بارہ میں بہت ردوقدح ہورہی ہے۔ ان کے ورثا نے ان کے عقیدہ کے برعکس انہیں مسلمانوں کی طرح تجہیز وتکفین کا مورد کرنے کی بجائے ہندوانہ رسوم کے مطابق انہیں نذرِ آتش کر دیا۔ خیر اس سے مرنے والے کو کیا فرق پڑا کہ اسے تو خاک ہونا ہی تھا مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ان کے عقیدہ کے بارہ میں آج بھی وہی بے یقینی کی کیفیت جاری ہے اور کوئی شخص جرات کے ساتھ بات کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

اس قضیہ کی ابتدا تو اس وقت ہوئی جب جناب مالک رام نے امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا کوئی اسلامی نام رکھنے کی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس نام یعنی مالک رام کے نام میں کوئی مشرکانہ عنصر موجود نہیں اس لئے اس نام کو برقرار رکھیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ سلسلہ کے ریکارڈ میں (مثلاً تحریک جدید کے دفتر اول میں) ان کا نام اسی طرح درج ہے۔ مالک رام صاحب اسی نام سے جانے جاتے رہے۔ بعد کے زمانہ میں انہوں نے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اخفاء کو قائم رکھا اور غالباً حضرت صاحب کی اجازت سے قائم رکھا۔ کیونکہ راقم الحروف کے علم کے مطابق ایسی مثال قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک پیروکار کی موجود ہے کہ جس نے اپنے ایمان کو اخفاء میں رکھا اور فرعون سے کو مشورہ دیا کہ وہ خدا کی پرستش کرنے والے لوگوں کو ایذائیں نہ دے۔ ہوسکتا ہے مالک رام صاحب نے یہی سوچ کر اس اخفاء پر استقلال اختیار کیا ہو۔ میرے اپنے علم اور تجربہ کے مطابق انہوں نے اپنے احمدی دوستوں سے کبھی اپنی احمدیت کو چھپایا نہیں لیکن دوسروں میں غیر ضروری طور پر اس کا اعلان بھی نہیں کیا۔

حال ہی میں اردو کے نامور محقق ڈاکٹر گیان چند جین کی کتاب ''شخصیات و مشاہدات'' فضلی سنز لمیٹڈ کراچی کی طرف سے پہلی بار شائع ہوئی ہے اس میں ایک طویل مضمون ہے جس کا عنوان ہے ''مالک رام کا مذہب''۔ دیباچہ میں آپ لکھتے ہیں ''مالک رام کا مذہب ایسا موضوع ہے جس پر جسارت کر کے میں نے لکھنے کی پہل کی۔ متعدد حضرات نے اس پہلو پر لکھا۔ میں نے ڈائجسٹ کے طور پر سب کی تحریروں کے ضروری اقتباس جمع کر دئے ہیں۔ خوفِ فسادِ خلق سے اپنی رائے محفوظ رکھی۔ ہوشمند قاری ان اقتباسات کو پڑھ کر اپنی رائے قائم کرسکتا ہے'' (صفحہ ۸)۔ ڈاکٹر گیان چند جیسے محقق کی بات بہت وزن رکھتی ہے انہوں نے قاری پر نتیجہ اخذ کرنے ذمہ داری ڈالتے ہوئے بین السطور بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ میں ان کی تصریحات کا مختصر سا جائزہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں ریکارڈ کی غرض سے معرضِ تحریر میں لا رہا ہوں۔

جناب ڈاکٹر گیان چند نے ''ہماری زبان'' دہلی مؤرخہ ۲۲ مئی ۱۹۹۴ میں'' مالک رام کے مذہب کی بحث کا جواز'' کے عنوان سے لکھا ''ہماری زبان کے بعض مراسلوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے لئے مالک رام کے مذہب کی بحث اٹھانا مناسب نہیں تھا۔ میرے بزرگ پروفیسر سرور نے مجھے ایک نجی خط میں لکھا ہے'' مالک رام کے مذہب کا مسئلہ آپ نے نہ جانے کیوں چھیڑا؟'' چونکہ میں سرور صاحب کا نہایت احترام کرتا ہوں اس لئے ضروری ہے کہ اپنا موقف واضح کردوں۔ مالک رام کی وفات کے چھ سات مہینے بعد تک میں نے اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا لیکن جب ضلع مظفر نگر کے ایک رسالے میں ایک مبینہ خط شائع کیا گیا کہ وہ وفات سے پانچ دن پہلے باقاعدہ مسلمان ہو گئے تھے تو میں نے حقیقت جاننے کی کوشش کی۔ مضمون لکھنے سے پہلے میں نے خلیق انجم صاحب کو لکھ کر پوچھا کہ اگر وہ اس

موضوع پر میرا مضمون ''ہماری زبان'' میں چھاپنے کو تیار ہوں تو میں لکھ دوں۔ ان کا اثبات میں جواب آنے پر ہی میں نے مضمون سپردِ قلم کیا۔حسنِ اتفاق سے انہیں دنوں خلیق انجم صاحب لکھنؤ آئے۔ رام لعل کے گھر ان سے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ محمد افضل ایم پی بھی تھے۔ میں نے مضمون کے اہم حصے خلیق انجم کو پڑھ کر سنائے انہوں نے کسی بیان پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے مضمون ان کے حوالے کر دیا اور انہوں نے اسے چھاپ دیا۔۔۔۔اگر مالک رام کے مذہب کا مسئلہ نجی خطوں میں اٹھایا جاتا رہا ہے ادیبوں کی صحبتوں میں موضوع بحث بنتا ہے تو تحریر میں اسے کیوں نہ کھل کر کھنگال لیا جائے تاکہ آئندہ محققین کی رہبری ہو۔ بڑے ادیبوں کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر گوشہ پبلک کی ملک ہوتا ہے اور اس میں زندہ زعمائے ادب بھی شامل ہیں ۔۔۔۔ مالک رام کے مذہب کی حقیقت جاننے کا یہ مقصد نہیں کہ ان کے مذہب یا اس مذہب میں ہونے سے ''ذکرِ غالب'' یا'' تلامذہءغالب'' کی قدر و قیمت پر کوئی اثر پڑے گا۔ مقصد صرف سچ تک پہنچنا ہے ۔ میں حقیقت کو مقدس جانتا ہوں خواہ وہ فتنہ انگیز یا بے مصرف ہی کیوں نہ ہو'' (ہماری زبان ۲۲ مئی ۱۹۹۴)

مالک رام کی ادبی خدمات کے اعتراف میں ادبی دنیا کے دستور کے مطابق ۱۹۷۱ میں ایک ارمغان ''ارمغانِ مالک'' کے نام سے شائع کیا گیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اس کی پہلی جلد میں جناب سید علی جواد زیدی کا ایک مضمون ان کے مذہبی علوم سے شغف کے بارہ میں شائع ہوا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں'' مالک رام کی مذہبی تعلیم کی ابتدا ہر ہندوستانی کی طرح آغوشِ مادر ہی سے شروع ہوئی۔ پھر چار برس کے سن تک گوردواروں میں گوروبانی کا ربانی پیغام سننے لگے۔ ہندو دھرم اور آریہ سماجی اصلاحی تحریک پر کتابیں پڑھیں۔ وزیرآباد کے دورانِ قیام میں ملک احمد حسن رہتاسی سے یارانہ ہو گیا۔ یہ ہم جماعت بھی تھے اور شاعر بھی۔ ان کا اردو اور فارسی کا مطالعہ بھی اچھا تھا۔ یہ اکثر مالک رام کو کتابیں پڑھنے کے لئے دیتے رہتے تھے۔ایک دن انہوں نے مذہبِ اسلام کے بارہ میں ایک کتاب مالک رام کے ہاتھ میں دیکھی ۔ ملک احمد حسن خود جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے احباب کے پاس اسلامی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے کئی کتابیں مالک رام کر پڑھنے کو دیں۔ مالک رام کا ذوقِ تحقیق و تجسس بڑھتا ہی گیا۔ ان کا یہ مطالعہ بعد میں'' آریہ گزٹ'' کی ادارت کے زمانے میں بھی ان کے کام آیا اور ویسے بھی مذاہب کے تقابلی مطالعے میں مفید ثابت ہوا۔ مالک رام کی اسلامی معلومات اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اس سلسلے میں قادیان کے خلیفہ جناب مرزا بشیر احمد محمود احمد (صحیح اسمِ گرامی مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے) سے ان کی ملاقات ہوئی ۔ وہ قادیان گئے تو وہیں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں سے بھی تعارف ہوا اور وہ بھی ان کی ذہانت اور وسعتِ نظر کے گرویدہ ہو گئے۔ جب بعد کو اخبار 'بھارت ماتا' سے علاحدہ ہوئے تو وہ ظفر اللہ خاں کی طلبی پر شملہ بھی گئے اور وہاں ان کے مہمان رہے اسی زمانے میں انہوں نے ایک دوست سید دلاور شاہ بخاری سے قرآنِ مجید کے سترہ پارے ترجمے کے ساتھ پڑھے'' ('' ذکرِ مالک'' مشمولہ'' ارمغان' مالک'' پہلی جلد' نئی دہلی ۱۹۷۱۔ ص ۳۲۔۳۳)۔

راقم الحروف کو یاد ہے کہ مالک رام نے '' وے صورتیں الٰہی۔۔'' کے عنوان سے خاکوں کی جو کتاب لکھی تھی اس میں پہلا مضمون ہی ملک احمد حسن صاحب اور ان کے ساتھ تعلق کے بارہ میں تھا اور میں نے اس کی بنیاد پر الفضل ربوہ میں ایک مضمون لکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ ملک احمد حسن صاحب مشہور شاعر حسن رہتاسی ہیں لیکن بعد میں قبلہ مولانا محمد احمد صاحب جلیل مدظلہ نے بتایا کہ یہ ملک احمد حسن اور بزرگ تھے لیکن اس بات کی تصدیق فرمائی تھی کہ احمدیت سے مالک رام کا تعارف انہیں کے ذریعہ ہوا اور انہیں قبول حق کی توفیق ملی۔

محولہ بالا ارمغان میں ایک مضمون ڈاکٹر محمد باقر کا ہے جس کا عنوان ہے'' مالک رام میرا دوست اور انسان دوست''۔ڈاکٹر باقر لکھتے ہیں'' اس وقت مالک رام کا ادبی شغف نہ صرف اردو فارسی عربی بلکہ قرآن سے بھی بہت بڑھ چکا تھا۔ اس نے اسلام اور اس کے مختلف فرقوں پر خاص توجہ کی۔ اس ضمن میں اسے احمدیہ تحریک سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی یہاں تک کہ وہ جب ایک مرتبہ مرحوم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی لاہور میں آمد پر انہیں ملنے گیا تو اس نے مجھے بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی ۔ ہم دونوں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔ مالک رام تقریباً ایک گھنٹے تک قرآن کے مطالب اور اسلام کے مختلف موضوعات پر حضرت صاحب سے باتیں کرتا رہا اور میں صرف خاموشی سے سنتا رہا۔۔ یہ غالباً ۱۹۳۴ کی بات ہے''('' مالک رام میرا دوست اور انسان دوست'' ایضاً صفحہ ۸۶)

کرنل بشیر حسین زیدی صاحب نے جو'' مالک نامہ'' مرتبہ کیا اور دلی سے شائع کیا ہے اس میں ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد'' مالک رام'' کے عنوان سے لکھتے ہیں، غالباً ۱۹۶۴ میں میں نے قرآن شریف پڑھنے کا عزم کیا' ظاہر ہے کہ مالک رام سے بہتر قرآن پڑھانے

والا کہاں سے میسر آتا میں نے ان سے درخواست کی انہوں نے قبول کرلی۔ اس ضمن مین جو بات مجھے آج تک متاثر کر رہی ہے اور جس پر میں آج تک عمل پیرا ہوں یہ ہے کہ مالک رام صاحب نے سورہ فاتحہ شروع کرانے سے قبل ہی مجھے قرآن شریف کو ہاتھوں میں اٹھانے اور میز پر رکھنے کے آداب سے آشنا کیا کلام پاک کا احترام تو مجھے ابتدا ہی سے گھر میں سکھایا گیا تھا لیکن مالک رام صاحب نے میری تعلیم کی ابتدا اس احترام سے کی اور سورہ فاتحہ پڑھانے سے قبل ہی مجھے روحِ مذہب سے آشنا کرنے کی کوشش کی'' (مالک رام' مشمولہ' مالک نامہ' مرتبہ کرنل بشیر حسین زیدی دلی ۱۹۸۷ صفحہ ۱۱) حبیبہ بانو نے اسی ''مالک نامہ'' میں ان کی اولادوں کے نام اوشا' ارونا' بشریٰ' آفتاب اور سلمان'' لکھے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۲) ناموں کے سلسلہ میں شیخ منظور الہیٰ صاحب' درِ دلکشا' نے بھی سلسلہءِ روز و شب میں اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے کہ'' اتنے میں ایک بچے نے کمرے میں آکر پہلے مالک رام کے ساتھ چہلیں کیں پھر کتابوں سے بے تکلفی کرنے لگا' مالک رام صاحب نے بشریٰ کو آواز دی کہ آکے صاحبزادے کو لے جائے۔ بچوں کے نام رکھنے میں ان کی وسیع المشربی کو دخل ہے آفتاب' سلمان' اوشا' ارونا اور بشریٰ'' (سلسلہءِ روز و شب صفحہ ۱۴۳)۔ مالک رام کے صاحبزادہ نے ڈاکٹر گیان چند کے ایک خط کے جواب میں ناموں کی توضیح یوں کی؛'' والد صاحب نے کہا تھا کہ ناموں میں ایک تسلسل ہے اور اوشا 'تڑکا (دراصل شفق) ہے ارونا سورج کی شعاعوں سے آفتاب تک ہم بشریٰ جیسے نام کو قبول کر سکتے ہیں۔ سلمان دوسری جنگ عظیم کے ختم ہونے پر پیدا ہوا تھا سلمان کے معنیٰ ہیں امن' عبرانی میں شالوم: امن سے۔ اگر اتفاق سے ہمارے نام مسلم نام ہیں تو ان کے یہ معنیٰ نہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اوشا کی دو لڑکیوں کو بشریٰ اور زکی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اور بشریٰ کی دو لڑکیوں کا نام مہر النساء اور سمیرا ہے۔ اس طرح ہمارے گھر میں دو بشریٰ ہیں'' (مکتوب بنام ڈاکٹر گیان چند مؤرخہ ۷ جون ۱۹۹۴)۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ کے جناب ضیاء الدین احمد اصلاحی کا مراسلہ بعنوان '' مالک رام کا مذہب'' :

> کچھ لوگ مجھے قادیانی کہتے ہیں اور بھی باتیں میری نسبت کہی جاتی ہیں خیر لوگ جو بھی کہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے بخش دیگا۔

'' میرے کانوں میں بھی اس کی بھنک پڑی تھی کہ ان کو قادیانی کہا جاتا ہے اسی لئے کئی بار چاہا کہ ان کے دین و مذہب کے بارہ میں ان سے براہ راست دریافت کروں مگر اس کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ان کی وفات سے دو تین برس پہلے ایک دفعہ کچھ اسی طرح کی باتیں ہو رہی تھیں تو میں یہ عرض کر رہی بیٹھا کہ آپ کے عقیدہ و مذہب کے بارہ میں عجیب عجیب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ فرمایا جی ہاں میں بھی سنتا ہوں کچھ لوگ مجھے قادیانی کہتے ہیں اور بھی باتیں میری نسبت کہی جاتی ہیں خیر لوگ جو بھی کہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے بخش دیگا۔ اس سے یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ وہ قادیانی نہیں تھے'' (ہماری زبان ۱۸ اپریل ۹۴)۔ اس بات سے جناب ضیاء الدین احمد نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ان کا ذاتی خیال ہے۔ راقم الحروف جماعت احمدیہ کے علمِ کلام سے ذاتی واقفیت کی بنا پر وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ مالک رام کا یہ فقرہ ہی ان کے احمدی ہونے پر دال ہے کہ'' اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے بخش دے گا''۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کہنا اور لکھنا فی زمانہ جماعت احمدیہ کے علمِ کلام کی خصوصیت ہے۔

اسی مضمون میں ڈاکٹر گیان چند جین نے انیسویں نمبر پر اپنے ایک مراسلہ کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے بعض باتوں کا تجزیہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں'' مالک رام صاحب سے متعلق میرے مضمون کی اشاعت سے بعد مجھے دو خطوط ملے جن میں مالک رام کی احمدیت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اپنے ۲۴ فروری ۱۹۹۴ کے مکتوب میں ترقی اردو بیورو کے شیخ سلیم احمد نے مجھے لکھا کہ ایک بار برکات احمد مرحوم (عرب ممالک میں سابق سفیر ہند) کے ساتھ امیر جماعتِ قادیان ان کے گھر آئے جب آخر الذکر جانے لگے تو انہوں نے کہا'' مالک رام صاحب کے یہاں جا رہا ہوں'' برکات احمد قادیانی تھے شیخ سلیم احمد نے برکات احمد سے پوچھا کہ کیا مالک رام بھی قادیانی ہیں؟ انہوں نے اثبات میں جوب دیا''۔ دوسرے خط کا حوالہ درج کرنے سے قبل میں سید برکات احمد صاحب کا تعارف کروا دینا چاہتا ہوں۔ سید برکات احمد' دلی کے مشہور خانوادے سید شفیع احمد اور بیگم شفیع کے صاحبزادے تھے ان کی ہمشیرہ بیگم نسیم سعید ہمارے ہاں کی مشہور مضمون نگار ہیں اور سلسلہ کے لٹریچر میں ان کی کتابیں بہت مشہور ہیں۔ سید برکات احمد تقسیم ملک کے وقت پاکستان نہیں آئے بلکہ وہیں

دفتر خارجہ سے منسلک رہے اور سفیر کبیر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مذہب کے نام پر خون کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ سید برکات احمد کی گواہی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

جناب ڈاکٹر گیان چند نے جس دوسرے خط کا حوالہ دیا ہے وہ ڈاکٹر تارا چرن رستوگی کا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ ۱۹۷۲ میں یا اس کے بعد کے ایل گابا (سابق کنہیا لال گابا مسلمان ہونے کے بعد خالد لطیف گابا) دلی آئے۔ رستوگی ان سے ملے تو گابا نے کہا ''ہندو (کذا) میں لچک ہوتی ہے میں ہندو تھا اور ہوں مگر مالک رام ابھی تک قادیانی ہے۔ رستوگی نے جب مجھے مالک رام کے قادیانی ہونے کی بات لکھی تھی اس کے بعد انہوں نے انجمن احمدیہ قادیان سے رجوع کیا اور وہاں سے بھی تصدیق ہوگئی''۔

ڈاکٹر گیان چند مزید لکھتے ہیں میں نے ''ارمغانِ مالک'' میں مالک رام کی سوانح کو بہ نظر غور پڑھا ۱۹۳۶ سے کچھ پہلے مالک رام قادیان گئے اور احمدیوں کے خلیفہ جناب مرزا بشیر الدین محمود سے ملاقات کی۔ وہیں چودھری محمد ظفر اللہ خان سے ان کا تعارف ہوا اور ظفر اللہ خاں ان کی وسعتِ نظر کے گرویدہ ہو گئے۔ ۱۹۳۶ میں وہ ظفر اللہ خان کی دعوت پر شملہ گئے اور انہیں کے مہمان رہے۔ ۱۹۳۸ میں ظفر اللہ خان حکومت ہند کے کامرس اور ریلوے کے ممبر تھے مالک رام نے انہیں خط لکھ کر کسی مناسب ملازمت کی درخواست کی۔ ظفر اللہ خاں نے انہیں حکومت ہند کی مصر کی اسامی پر مقرر کر دیا۔ ظفر اللہ خاں قادیانی تھے کیا وہ مالک رام کی اس لئے سرپرستی کرتے تھے کہ ان کی رائے میں مالک رام قادیانی تھے؟'' (ہماری زبان ۲۲ اپریل ۱۹۹۴) یہاں پھر راقم الحروف کو کچھ کہنا ہے۔ چوہدری انور احمد کاہلوں نے اپنے محسن سر ظفر اللہ کے بارہ میں ''ظفر اللہ خاں میرا مربی'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ وہ اس وقت چودھری صاحب کے پرائیویٹ سکرٹری کے طور پر ان کے ساتھ یورپ جا رہے تھے۔ لکھتے ہیں کہ یورپ جاتے ہوئے وہ اور سر ظفر اللہ سکندریہ میں رکے جہاں حکومت ہند کی تجارتی سفارت تھی۔ وہاں انہیں کمرشل کاؤنسل کے علاوہ جناب مالک رام بھی ملے جو احمدی تھے اور چوہدری صاحب نے کچھ وقت ان کے ساتھ گذارا۔ مالک رام کی والدہ بھی ان کے ساتھ تھیں چودھری صاحب نے مالک رام کو والدہ کا بہت خیال رکھنے کی تلقین کی اور انہیں اسلامی تعلیمات یاد دلائیں۔ ان کی والدہ اگر چہ ایک ہی گھر میں ان کے ساتھ رہتی تھیں مگر ان کی رسوئی علیحدہ تھی کیوں کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ (ظفر اللہ خان میرے مربی۔ صفحہ ۳۵)۔ میں اس کا حوالہ پہلے الفضل میں اپنے ''مالک رام کا ذکرِ مکرر'' والے مضمون میں بیان کر چکا ہوں۔

اکیسویں نمبر پر پرفیسر مختار الدین احمد کے مضمون کا حوالہ ہے۔ عنوان ہے ''مالک رام کچھ ذاتی تاثرات'' ۔ لکھتے ہیں ''میں نے ایک بار انہیں لکھا کہ میرے کام وقت پر نہیں ہوتے سیمینار کا مقالہ آخری رات لکھتا ہوں اور ریڈیو کی تقریر کا کچھ حصہ ٹرین اور کچھ نشرگاہ پہنچ کر مکمل کرتا ہوں۔ بہت سے کام یا تو ہوتے نہیں یا ادھورے رہ جاتے ہیں۔ کوئی ترکیب بتایئے۔ جواب حسبِ معمول فوراً آیا۔ انہوں نے لکھا آپ کے مرض کا علاج بتا دیتا ہوں کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ نمازیں پابندی سے وقت پر پڑھیں اور زیادہ بہتر ہے اگر پانچوں وقت کی نمازیں مسجد جا کر باجماعت ادا کریں۔ میں حیران ہوا کہ کہ یہ مشورہ مالک رام دے رہے ہیں یا بہار کے مشہور محقق اور اہل حدیث عالم مولانا عبد المالک آروی'' (''آج کل''۔ گوشہء مالک رام۔ اپریل ۱۹۹۴ ص ۴)۔

ستائیسویں نمبر پر پروفیسر محمد اسلم صاحب کے مضمون ''ذکرِ مالک رام'' کا حوالہ ہے۔ لکھتے ہیں ''ایک بار مالک رام کسی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے کابل گئے ہوئے تھے۔ وہاں دو تین مسلمانوں نے ان سے کہا کہیں وہ در پردہ مسلمان تو نہیں ہو گئے۔ انہوں نے کہا اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟ ۔۔۔ مالک رام صاحب کے گھر میں آیت الکرسی اور قرآنی آیات کے قطعات آویزاں تھے جناب خالد شمس الحسن نے ایک وڈیو کیسٹ تیار کی ہے جس میں ان قطعات کی بھی عکاسی ہے۔ ان کے ڈرائنگ روم کا ماحول خالصتاً اسلامی تھا اور اس میں ہندو معاشرے کی کوئی معمولی سی جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔۔ جو مسلمان انہیں ملنے آتے تھے ان کے لئے جائے نماز بھی رکھی ہوتی تھی۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے ان کا معاملہ خدائے عظیم و برتر کے ساتھ ہے۔ قرآن حکیم کی سورہ الفتح کی پچیسویں آیت میں یہ ارشاد ہے کہ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں موجود ہیں جنہیں تم نہیں جانتے یعنی ان کے ایمان کا صرف خدا کو علم ہے۔ شاید مالک رام بھی اسی زمرہ میں شامل ہوں'' (قومی زبان اپریل ۹۴، ص ۶۰۔ ۶۲)۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ سورہ الفتح کی آیت یہ ہے: ولولا رجال مومنون و نساء مومنٰت لم تعلموھم ان تطئوھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم (الفتح ۲۵)۔ اسی سلسلہ میں انور سدید صاحب نے اپنے مضمون ''مالک رام کے نام کام اور ادبی مقام کو دوام

حاصل ہے'' میں ڈاکٹر ریاض مجید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ'' وہ دہلی سے لوٹے تو میں نے پوچھا کس کس ادیب سے مل کر آپ کو سچی خوشی ہوئی؟ ریاض مجید نے بلا تامل جواب دیا پنڈت مالک رام سے۔ہم سبھی ان کے دولت خانے پر سلام روستائی کے لئے حاضر ہوئے۔۔ریاض مجید نے ان کے گھر میں جس مشرقی تہذیب کا جلوہ دیکھا اس کی اساس پر کہنے لگے کہ مجھے تو مالک رام اندر سے مسلمان نظر آتے ہیں ''(قومی زبان اپریل ۹۴ ص ۷۹۔۸۰)

بتیسویں نمبر پر جناب ڈاکٹر گیان چند کے نام ڈاکٹر محمد حسن صاحب کا ایک مراسلہ ہے۔ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں ''چونکہ اس موضوع کے بارے میں ایک سے زیادہ موقعوں پر مالک رام سے تبادلہء خیالات کا موقع ملا تھا اس لئے میرا کچھ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔مالک رام نے 'اسلامیات' سے متعلق کوئی کتاب شائع کی تھی اس پر عبدالمغنی صاحب نے غالباً مخالفانہ تقریر یا تبصرہ کیا تھا۔ایک بار مالک رام صاحب سے اس کا ذکر ہوا جو کچھ انہوں نے کہا وہ ان کے تصور مذہب کے بارہ میں بھی اہم تھا۔انہوں نے کہا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ دین ایک مکمل اور قدیم سچائی ہے جو مختلف زبانوں میں مختلف پیغمبروں کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجی جاتی رہی قرآن مجید میں واضح طور پر مختلف ملکوں اور زمانوں میں مختلف پیغمبر بھیجے جانے کا ذکر ہے("ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ")۔اور اس کی بھی صراحت ہے کہ ان کے علاوہ بھی دوسرے ممالک اور معاشروں میں ایسے پیغمبر بھیجے گئے جن کا ذکر قرآن میں موجود نہیں۔مالک رام صاحب ہندوستان کے اوتاروں کو بھی شامل سمجھتے تھے اس عقیدے کے مطابق معمولات مظہری میں مرزا مظہر جانجاناں نے ہندو اوتاروں کو پیغمبر اور ہندوؤں کو ان پیغمبروں کا مقلد کہا ہے۔ ہمارے آپ کے زمانے میں مولانا حسرت موہانی کرشن جی کو خدا کا اوتار یا پیغمبر مانتے تھے۔ مثالیں اور بھی مل جائیں گی۔گویا مالک رام کے نزدیک اسلام الگ مذہب نہیں ہے۔اور کبھی بھی اس کا دعویدار نہیں رہا بلکہ وہ اس دین فطرت کا تسلسل ہے اور اسی ابدی دین کا تسلسل ہے جو شروع سے چلا آتا ہے اور جس کی مختلف شکلیں یہودی اور عیسائی مذہب میں ملتی ہیں۔ ان سب مذاہب کو بھی الگ سمجھنے کے بجائے مالک رام صاحب اسلام ہی کے پیش رو دائرے میں شامل جانتے تھے اور یہ باتیں میں ان سے گفتگو کی بنیاد پر عرض کر رہا ہوں میری رائے یا تبصرہ اس میں نہیں ہے''۔

''وہ یہ کہتے تھے کہ قران مجید اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نے ہر دور ہر معاشرے میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اس نص قطعی کی روشنی میں بھی ہندوستان میں رام کرشن اور بدھ کا پیغمبر ہونا ثابت ہے۔(اور ثابت نہ بھی ہو تو کم سے کم قرینِ قیاس ضرور ہے) اس اعتبار سے ہندو رہ کر بھی کوئی شخص اسلام یعنی آخری مبعوثہ مذہب کے راستے پر چل سکتا ہے''

''یہ تو ہوا اسلام کے مذہب کے بارے میں ان کا رویہ۔اسلام کے بعد کے دور میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے قائل تھے۔ان کا کہنا یہ تھا کہ پیغمبر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو الگ شریعت الگ صحیفہ اور الگ نظام ہدایت ساتھ لاتے ہیں۔دوسرے وہ جو یہ سب ساتھ نہیں لاتے بلکہ اپنے سے پہلے پیغمبروں کی شریعت صحیفے اور نظامِ ہدایت کی ہی توضیح کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ دوسری قسم کے پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں اور دو باتوں کو سند کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ایک تو مرزا غلام احمد کی آنکھیں نیلی تھیں اور ان میں غیر معمولی کشش تھی اور اس قسم کی آنکھیں ان کے نزدیک کسی پیغمبر ہی کی ہو سکتی تھیں۔دوسرے انہوں نے اپنی کسی کتاب میں دہی کو مختلف امراض کے لئے اکسیر بتایا ہے اور اسی بنا پر مالک رام صاحب نے کسی مرض کے سلسلہ میں دہی کا استعمال کیا اور فائدہ ہوا۔اس کے علاوہ بھی مختلف واقعات مرزا صاحب اور ان کے صاحبزادے کے بارہ میں بیان کرتے ہیں۔پروفیسر اختر اورینوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مالک رام کے ساتھ احمدیوں کی کسی مسجد میں دریا گنج میں نماز ادا کی تھی۔''

''اب انہیں دونوں تصورات کو ملایئے تو تصویر یہ بنے گی کہ جس طرح قبل اسلام دور میں اسلام کے علاوہ مختلف مذاہب مثلاً یہودی اور عیسائی مذاہب بھی الہامی تھے اور دراصل اسلام ہی کا حصہ تھے اسی طرح ہندوستان میں بدھ' رام چندر جی' اور کرشن جی کے لائے ہوئے مذاہب بھی اسلام ہی کا حصہ بلکہ اس کے پیش رو مذاہب ہیں اور ہدایت کے مشترکہ سلسلہ سے وابستہ ہیں۔اور یہی نہیں' یہ سلسلہ اسلام کے بعد بھی جاری رہا اور اس کے بعد بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں پیغمبر یا ہادی آتے رہے جو گو اپنے ساتھ کتاب نہیں لائے تھے مگر اسی مشترکہ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کر رہے تھے جو ازل سے آج تک مبعوث ہوتا آیا ہے۔اس طرح مالک رام صاحب کا عقیدہ ہندو اور مسلمانوں کے معتقدات کا مجموعہ ہی نہیں تھا بلکہ مختلف مذاہب کی ظاہری تفریق میں ایک اندرونی مشترکہ بنیاد پر مبنی تھا''(''ہماری زبان'' ۸ اگست ۱۹۹۴)

جناب ڈاکٹر محمد حسن کا یہ طویل مراسلہ اپنے موضوع پر بڑا واضح مراسلہ ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ

کے عقائد کا تعلق ہے۔ جماعت احمدیہ حضرت بدھ علیہ السلام۔ حضرت کرشن جی علیہ السلام اور حضرت رام چندر جی کو اللہ کے برگزیدہ اوتار سمجھتی ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق وہ اس زمانہ میں مثیلِ کرشن ہیں۔ دوسرے ڈاکٹر صاحب نے یہ بات بھی ٹھیک لکھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کسی تشریعی نبوت کا نہیں وہ اپنے آپ کو پیغمبر اسلامؐ کا ظل اور بروز قرار دیتے ہیں۔ ان کی نبوت کا دعویٰ اسلام سے علیحدہ کوئی شے نہیں۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کی تصدیق جماعت کے عقائد سے بھی ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر اختر اورینوی صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی نہایت مخلص احمدی خاندان کے فرد تھے اس لئے ان کے بیان پر یقین کرنے کوئی امر مانع نہیں کہ انہوں نے مالک رام کے ساتھ احمدیوں کی مسجد میں نماز ادا کی تھی۔

اس مضمون میں تیئیسویں نمبر پر جناب بشیر ساجد کا ایک مراسلہ درج ہے " ۱۹۴۲ میں راقم دہلی میں تھا وہاں ایک صاحب فضل محمد خاں جالندھری سے گاہے گاہے ملاقات ہو جاتی تھی۔ فضل محمد خاں نے بڑے وثوق سے کہا کہ مالک رام مسلمان ہو چکے ہیں لیکن اپنی خاندانی مصلحتوں کے پیشِ نظر اپنے اسلام کو پردہ ءاخفا میں رکھے ہوئے تھے' کیونکہ ان کے والدین اور دوسرے رشتہ دار ہندو تھے۔ بعض آثار و قرائن بھی فضل محمد خان جالندھری کے مالک رام کے اسلام کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں۔۔۔ ممکن ہے ۴۷ کے بعد بھارت کی آزادی ہند' غلبہ اور مسلمانوں کے خلاف عداوت اور تشدد و تعصب کی وجہ سے مالک رام نے آخری دم تک اسلام کو چھپانے ہی میں مصلحت سمجھی ہو۔ آخری بات فضل محمد خان جالندھری کے بارہ میں بھی کہہ دوں کہ یہ صاحب کٹر قادیانی تھے اور دہلی کی قادیانی جماعت کے پروپیگنڈا سکرٹری اور مبلغ تھے"۔ (ماہنامہ سیارہ لاہور اشاعت خاص سالنامہ فروری ۱۹۹۴ ص ۳۶۴۔ ۳۶۵)

جناب ڈاکٹر گیان چند جین نے چوبیسویں نمبر پر الفضل ربوہ میں چھپنے والے ایک مضمون کا حوالہ بھی دیا ہے جو عزیزی یوسف سہیل شوق مرحوم نے لکھا تھا اور جو سیارہ لاہور کے کسی پرچہ میں مکرر چھپ کر کسی مراسلہ کی صورت میں ڈاکٹر صاحب تک پہنچا تھا۔ اس مضمون میں سہیل شوق مرحوم نے پہلی بات تو میرے حوالہ سے لکھی تھی کہ میں کسی کانفرنس کے سلسلہ میں ہندوستان گیا اور جناب مالک رام مجھے اپنے ساتھ لوا لے گئے۔ اس ملاقات کا حال جناب مالک رام کے ارشاد کے مطابق اخفاء میں رہا لیکن میں نے اس کا ذکر اپنے بعض شاگردوں سے کیا جن میں یوسف سہیل شوق بھی تھے۔ مالک رام صاحب کے احمدیوں کے ساتھ باجماعت نمازیں پڑھنے کا تو میں گواہ ہوں۔ یوسف سہیل شوق نے دوسری گواہی جناب سید ظہور احمد شاہ مرحوم رکن ادارہ الفضل کی درج کی ہے جنہوں نے قاہرہ میں جناب مالک رام کے ہاں جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔ چونکہ یہ مضمون الفضل ربوہ (۳۔ اکتوبر ۱۹۹۳) میں چھپا تھا اس لئے رسالہ سیارہ لاہور والوں نے فروری ۱۹۹۴ کے پرچہ میں اس مضمون کو درج کیا اور اس کا عنوان لگایا "مالک رام قادیانی تھے الفضل کا انکشاف" میں اس طویل مضمون کو درج نہیں کرتا کیونکہ یہ سلسلہ کے لٹریچر میں پہلے موجود ہے۔

ڈاکٹر گیان چند صاحب نے پچیسویں نمبر پر جمیل الدین عالی کے ایک اظہاریئے کا حوالہ درج کیا ہے " یہ ہمیشہ ایک معما رہا ہے کہ مالک رام صاحب کو اسلام سے اتنا شغف کیوں تھا؟ ان کی زندگی میں شبہ یہ کہا جاتا تھا کہ دل سے مسلمان ہیں بھارتی حالات کے سبب کھل کر ظاہر نہیں کرتے۔ ایک افواہ یہ تھی کہ قادیانی ہیں اس لئے ظاہر نہیں کرتے حالانکہ قادیانی چند برس سے پاکستان میں تو احتیاط کر سکتے ہیں بھارت میں کریں بھی تو کیوں کریں" (جنگ کراچی ۲۸ مئی ۱۹۹۳۔ بہ حوالہ قومی زبان کراچی مالک رام نمبر اپریل ۱۹۹۴ ص ۱۲)۔

اس تمام مواد کو جمع کر دینے کے بعد قبلہ ڈاکٹر گیان چند صاحب نے اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔ مگر مضمون کے آخر میں جو محاکمہ درج کیا ہے وہ سب کچھ کہے دیتا ہے " مالک رام کے مذہب کے موضوع پر میں نے ہندوستان اور پاکستان کے مختلف اہل الرائے حضرات کی رائیں درج کر دی ہیں۔ ان میں رسالہ سیارہ لاہور میں بشیر ساجد اور سہیل شوق کے مراسلے مالک رام کے فرزند آفتاب بویجہ کے میرے نام چار خطوط ہماری زبان ۸ اگست ۱۹۹۴ میں ڈاکٹر محمد حسن کا مراسلہ اور سید علی جواد زیدی کا مکتوب بنام خلیق انجم بہ طور خاص معلومات افروز ہیں۔ تنہا ڈاکٹر محمد حسن کا مراسلہ اس موضوع پر جتنی روشنی ڈالتا ہے اتنی کوئی تحریر نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین جملہ نگارشات کو پڑھ کر اپنے طور پر کوئی رائے قائم کر سکیں گے"۔ (تجدید کلکتہ پہلا شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۵)۔

مالک مرحوم کے بارہ میں یہ معلومات جمع کر دینے کا بڑا جراتمندانہ کام جناب ڈاکٹر گیان چند جین نے انجام دیا اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے۔ ان کی خوشہ چینی کر کے مالک رام کا ذکر خیر کرنے میرا مقصد یہ ہے کہ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مخلص عالم اور بے نفس انسان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

سبق آموز

کیریکٹر کا بننا اور بگڑنا

(دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست کی خودنوشت سوانح حیات **ناقابل فراموش** سے ماخوذ)

ہندوستان کی آبادی میں ہر دس برس میں کئی کروڑ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس ملک میں بچّے تو اس زیادتی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں مگر بچوں کے کیریکٹر کو بنانے کے یا بلند کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بہت اعلیٰ طبقہ کے خاندان کے بچوں کو چھوڑ کر چھوٹے اور درمیانہ خاندان کے بچّوں کی یہ حالت ہے کہ یہ جھوٹ بولنا، دوسرے کی شئے اُٹھانا، گالی دینا اور بدچلنی وغیرہ کو عیب نہیں سمجھتے۔ بلکہ غنڈہ پن کو بہادری اور شجاعت قرار دیا جاتا ہے۔ اور بچّوں کی اس آوارگی میں فلم انڈسٹری نے اور اضافہ کیا۔ بازاروں میں دیکھیے یا گلی کوچوں میں۔ بچّے فحش اور عشقیہ فلمی گیت گاتے نظر آئیں گے اور ایک اہل الرائے بزرگ کے قول کے مطابق ہندوستاں کی آئندہ نسل ملک کے لیے جیلوں کے موجودہ سزا یافتہ مجرموں سے زیادہ ذلّت کا باعث ہوگی اور کسی بچّے کے والدین کو خیال نہیں کہ اس کی اولاد کا انجام کیا ہوگا۔

انسانی کیریکٹر کے بنانے یا بلند لے جانے کے لئے بچپن کی عمر بہت زیادہ موزوں ہے میں اپنی زندگی کے چند واقعات عرض کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اچھا یا برا بنانے میں بہت حصّہ لیا۔

میری عمر دس برس ہوگی۔ ہمارے گھر میں یہ معمول تھا کہ میری والدہ صبح تین چار بجے کے قریب جاگتیں۔ ہمارے گھر کی دیوار کے ساتھ ملا ہوا ایک مکان مولوی صاحب کا تھا۔ مولوی صاحب تو میری پیدائش سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے۔ ان کے مکان میں ان کی ضعیف بوڑھی بیوہ رہا کرتیں اور دلچسپی کے لیے اس بوڑھی خاتون نے کچھ بکریاں پالی ہوئی تھیں۔ اس خاتون کو ہم تمام لوگ ''بیوی'' یا ''بی بی'' کہا کرتے۔ اس کے اپنے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ بچاری محلّہ کے لوگوں کے بچوں سے محبت کر کے اپنے ماتا کے جذبات کی تسکین کر لیتیں۔ جو ایک ماں کے دل میں اپنے بچوں کے لیے ہوا کرتے ہیں۔ میں اور میری عمر کے دوسرے بچوں کا دن بھر میں کچھ وقت ان ''بیوی'' کے گھر میں بھی بسر ہوتا۔ کیونکہ بچے اس شخص سے فوراً مانوس ہو جاتے ہیں جو ان سے محبت کرے۔ یہ بوڑھی خاتون نماز روزہ کی بہت پابند تھیں۔ اور علی الصباح تین چار بجے تہجد کی نماز بھی ضرور پڑھتیں۔

میری والدہ کا معمول تھا۔ یہ علی الصباح تین چار بجے جاگتیں تو ان بیوی صاحبہ کو آواز دیتیں کہ کیا جاگ گئیں۔ بیوی کا فوراً جواب آتا ''ہاں بیٹا! میں جاگ رہی ہوں۔'' اگر میری والدہ کو کبھی جاگنے میں دیر ہوتی تو بیوی کی آواز پہلے آتی اور والدہ اس کا جواب دیتیں کہ ہاں جاگ رہی ہوں۔''

میری والدہ جاگنے کے بعد گھر میں جھاڑو دیتیں۔ برتن وغیرہ صاف کرتیں اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ میراں بائی کا بھجن گنگنایا کرتیں جس کے الفاظ مجھے اب تک یاد ہیں:

''میرے تو من رام نام دوسرا نہ کوئی''

اگر میراں بائی کے بھجن نہ ہوتے تو گرنتھ صاحب کے شبد ہوتے۔ میں اس تمام کیفیت کو نیم خوابیدہ حالت میں سنا کرتا۔ یعنی نہ تو میں پورے طور سے سویا ہوتا اور نہ میں جاگتا۔

سورج نکلنے سے پہلے والدہ مجھے جگاتیں۔ اور یہ مستقل اور ہمیشہ کے لئے میرا فرض قرار دیا گیا تھا کہ میں اس وقت گوردوارہ جاؤں۔ وہاں رہٹ کے تازہ پانی سے غسل کروں۔ غسل کے بعد گوردوارہ میں گرنتھ صاحب کے سامنے متّھا ٹیکوں یعنی سجدہ کروں۔ اور کچھ دیر پاٹھ سن کر پھر واپس آؤں۔ میرے واپس پہنچنے سے پہلے میرے لیے زرد رنگ کے نمکین چاول تیار ہوتے۔ یہ میرا ناشتہ تھا۔ ان چاولوں (یا جسے پلاؤ بھی کہا جا سکتا ہے) میں وہ لذّت تھی جو اس کے بعد کبھی والیانِ ریاست کے دسترخواں پر بھی نصیب نہیں ہوئی۔

گرمیوں میں تو صبح گوردوارہ (ہمارے گھر سے یہ کوئی

نصف میل ہوگا) جانا اور غسل کرنا زیادہ دقت کا باعث نہ تھا مگر سردیوں میں اسے میں ایک بہت بڑی مصیبت سمجھتا تھا مگر کیا کرتا۔ جس روز گوردوارہ نہ جاؤں اور وہاں غسل نہ کروں مجھے ناشتہ نہ ملتا تھا اور والدہ کی ناراضی الگ تھی۔ میں کبھی کبھی طبیعت کے اچھا نہ ہونے یا سر میں درد کا بہانہ کر کے صبح کے اس غسل کی مصیبت سے نجات حاصل کر لیتا۔ مگر ایسا ہر روز ممکن نہ تھا۔

سردیوں کا زمانہ تھا میں حسبِ معمول سورج نکلنے سے پہلے جاگا۔ ہاتھ پاؤں سُن ہوئے جاتے تھے قہر درویش بر جانِ درویش۔ گوردوارہ گیا۔ وہاں حسبِ معمول مردانہ میں سینکڑوں مرد اور زنانہ میں سینکڑوں عورتیں غسل کر رہی تھیں۔ مگر میرا نہانے کو جی نہ چاہا۔ میں نے ہاتھ دھوئے۔ منہ دھویا۔ پاؤں دھوئے اور گوردوارہ کے اندر گرنتھ صاحب کی حاضری دے کر واپس آ گیا۔ انسان نے غسل نہ کیا ہو تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ جسم میں چستی اور تازگی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں جب گھر پہنچا تو والدہ نے مجھے دیکھتے ہی محسوس کیا کہ میں نے غسل نہیں کیا۔ پوچھا۔ کیا نہا آئے۔ میں نے فوراً غیر معمولی چستی اور جرات کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ جی ہاں۔ والدہ نے میرے ہاتھ دیکھے۔ پاؤں کی طرف دیکھا تو وہ دُھلے ہوئے تھے۔ گردن کے پاس کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو میرا جسم ویسے ہی تھا۔ جیسے بغیر غسل کے شخص کا ہو سکتا ہے۔ والدہ نے کہا کہ سچ بتاؤ۔ جھوٹ مت بولو۔ کیا نہا آئے۔ میں نے پہلے سے زیادہ جوش اور جرات کے ساتھ جواب دیا۔ کہ نہا آیا ہوں۔ میرا یہ کہنا تھا کہ والدہ نے مجھے پکڑ لیا۔ اور پیٹنا شروع کیا۔ مجھے بہت مارا۔ کیونکہ میرے دو جُرم تھے۔ ایک نہ نہانا۔ اور دوسرے جھوٹ بولنا۔ کچھ دیر پٹنے کے بعد میں نے اقرار کیا کہ میں نہ نہایا تھا اور جھوٹ بولا ہے۔

کسی شخص کی کتاب، اخبار، خطوط، کاغذ یا کوئی دوسری شے بغیر مالک کے پوچھے یا بغیر اجازت کے اٹھانا بہت بڑی بداخلاقی ہے

اس واقعہ کے بعد میں سالہا سال تک گوردوارہ جا کر غسل کرتا رہا۔ پورے سال میں شائد ہی پانچ سات دن ایسے ہوتے ہوں جب کہ میں نے بیماری یا کسی دوسری وجہ سے غسل نہ کیا ہو اور کپڑے نہ بدلے ہوں۔ ورنہ سردی ہو گرمی ہو۔ سفر ہو مصیبت میں ہوں یا راحت میں۔ میرے لیے غسل اور کپڑے بدلنے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے کھانا۔ اور نہانا میری ایک فطرت سی بن چکی ہے۔ میں کھانے کے بغیر رہ سکتا ہوں مگر غسل کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ بچپن میں ہر روز غسل کرنا میرے کیریکٹر کی بناوٹ کے ساتھ ساتھ بطور عادت کے مجھے نصیب ہُوا۔

میں موگا کے ہسپتال میں تھا۔ موگا عیسائیوں کا ایک بہت بڑا مرکز ہے۔ وہاں متعدّد امریکن پادری رہتے تھے۔ ایک پادری کی پشت پر کینسر ہوا۔ اس کا اپریشن ہوا۔ اس کا اپریشن ہوا تو وہ سرکاری ڈاک بنگلہ میں چلا گیا۔ کیونکہ وہاں رہنے کے لیے جگہ اچھی تھی۔ میں اس پادری کے زخم کی ڈریسنگ کے لیے ہر روز وہاں جاتا۔ ایک روز یہ امریکن پادری غسل خانہ میں تھا۔ اور میں اس کے کمرے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ میں نے اس کے میز پر پڑا ہوا۔ ''السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا'' (میرا خیال ہے کہ اس زمانہ میں اس کا نام ''ٹائمز آف انڈیا السٹریٹڈ ویکلی'' تھا) اُٹھا لیا۔ اور اس میں تصاویر دیکھنا شروع کر دیں۔ میں تصاویر دیکھ رہا تھا۔ کہ پادری غسل خانہ سے باہر آیا۔ میرے ہاتھوں میں اپنا رسالہ دیکھ کر بہت برا منایا۔ مگر پادری لوگ بہت حلیم الطبع ہوتے ہیں۔ میں عمر کے لحاظ سے بھی بچہ ہی تھا۔ اس نے نہایت نرمی کے لہجہ میں مجھ سے کہا:

''کسی شخص کی کتاب، اخبار، خطوط، کاغذ یا کوئی دوسری شے بغیر مالک کے پوچھے یا بغیر اجازت کے اٹھانا بہت بڑی بداخلاقی ہے۔ یہ کبھی نہ ہونا چاہئے۔ ہندوستاں کے لوگ اس عیب کو محسوس نہیں کرتے۔''

میں اس زمانہ میں بھی بہت ذکی الحس تھا۔ پادری کی اس شریفانہ تنبیہہ کو میں نے بہت محسوس کیا مگر کیا کر سکتا تھا۔ ایک تو میری غلطی تھی۔ دوسرے اس زمانہ میں سفید رنگ کے پادری انگریز حاکموں کی طرح سمجھے جاتے تھے۔ ڈریسنگ کر کے میں واپس آیا۔ بے حد نادم تھا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اس واقعہ کے بعد میری تمام زندگی میں شاید ایک واقعہ بھی ایسا نہیں۔ کہ میں نے کسی عزیز دوست کی کتاب، اخبار یا دوسری شے کو بغیر اجازت کے کبھی چھوا ہو اور اب جب ملنے والے اصحاب آتے ہیں اور بیٹھتے ہی

میرے دفتر کے اخبارات کو بے تکلفی کے ساتھ اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں بیحد کوفت محسوس کرتا ہوں۔ دن میں ایک آدھ بار مجھے پادری کے ان الفاظ کو دہرانا بھی پڑتا ہے مگر افسوس ناک ہے کہ ان اصحاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اگر انسان اپنے کیریکٹر کو درست کرنا چاہے تو اس کے لیے قدم قدم پر نصیحت موجود ہے اور اگر اپنی کمزوری کو درست نہ کرنا چاہے یا اپنی غلطی تسلیم نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے۔

میں چالیس روز کا تھا جب میرے والد کا انتقال ہوا۔ والد مرحوم تو بڑی پوزیشن کے تھے مگر میری پرورش ہوش سنبھالتے ہی افلاس میں ہوئی۔ جب گھر میں کھانے کے لئے نہ ہو اور بچہ باپ کے سائے سے محروم ہو جائے تو بچہ کو تربیت کون دے۔ میری والدہ مذہبی خیالات کی تھیں۔ اس لیے مذہب سے متعلقہ یعنی غسل وغیرہ ایسی باتوں کا مجھ پر اثر ہوا۔ مگر کیریکٹر کے دوسرے حصّوں کے اعتبار سے میری تربیت نہ ہو سکی۔ چنانچہ بچپن میں میرے پاس رومال نہ ہوتا۔ رومال رکھنے کی عادت آئندہ زندگی میں بھی نہ بدل سکی۔ سینکڑوں بار رومال خریدے۔ درجنوں رومال کپڑے کی الماریوں اور بکسوں میں پڑے رہتے۔ اور بارہا رومال نہ ہونے کے باعث ندامت اور شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ مگر کیریکٹر کی یہ کمزوری جس کی بنیاد بچپن میں رکھی گئی۔ اب تک دور نہیں ہو سکی۔ چنانچہ مجھے یاد ہے۔ چند برس ہوئے۔ مرحوم مہاراجہ نابھ سے ملنے کے لیے کوڈائی کنال پہاڑ (صوبہ مدراس) پر گیا۔ طویل سفر کی تکان اور گرمی سے سرد پہاڑ پر جانے اور آب و ہوا کی تبدیلی کے باعث مجھے شدت کا زکام ہو گیا۔ میں مہاراجہ کے پاس بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا اور زکام کا اثر نمایاں تھا۔ مگر میرے پاس رومال نہ تھا۔ مہاراجہ نے میری اس حالت کو محسوس کیا اور اپنے ایک خادم کو حکم دیا۔ کہ ایک نیا رومال لائے۔ جب رومال آیا تو مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے اور رومال دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ لیجیے رومال آپ کو زکام کی تکلیف ہے۔“ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مہاراجہ کے اس کہنے پر مجھے کتنی شرمندگی اُٹھانی پڑی ہوگی۔ کیونکہ میں زکام میں مبتلا تھا۔ ناک سے پانی بہہ رہا تھا اور میرے پاس رومال بھی نہ تھا۔ یعنی بچپن میں کیریکٹر بنتے ہوئے جو کمزوری پیدا ہوگئی وہ اب تک موجود ہے اور بارہا ندامت اُٹھانے کے بعد بھی یہ کمزوری رفع نہ ہو سکی۔ رومال کپڑے والی الماری یا بکس میں پڑے رہتے ہیں مگر جیب میں نہیں رکھے جاتے اور اگر کبھی جیب میں رکھ بھی لیا تو خیال ہی نہیں آتا۔ کہ رومال جیب میں پڑا ہے۔

جو لوگ اپنے بچوں کے بچپن سے لاپرواہ ہو کر ان کے کیریکٹر میں خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے وہ والدین اپنے بچوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں کیونکہ انسان کو بچپن کی تربیت سے جو خیالات حاصل ہوں گے وہ چاہے اچھے ہوں یا بُرے۔ عمر بھر تبدیل نہ ہو سکیں گے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں پیدا ہو چکی کیریکٹر کی کمزوریوں کا دور ہونا ممکن ہی نہیں۔ جب تک قوت ارادی بہت ہی مضبوط نہ ہو۔ اور انسان ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے اپنے دل و دماغ کے ساتھ کئی برس تک جنگ نہ کرے۔ اور جو لوگ قوت ارادی سے محروم ہیں وہ مجبور ہیں کہ بچپن کے زمانہ میں پیدا ہو چکی کمزوریوں کا زندگی بھر شکار ہوتے رہیں۔

☆☆☆☆☆

”اپنے پیدا کرنے والے کے در کے منگتے ہی رہنا“

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی ایک تحریر

مجھے وائسرائے کا خط ملا۔ چونکہ معاملہ ابھی تک صیغہ راز تھا اس لئے لازم تھا کہ جو چیز انہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے خط لکھا تھا میں بھی انہیں اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں اور پھر خود ہی ڈاک خانے جا کر خط بذریعہ رجسٹری بھیجنے کا انتظام کروں۔ اگر یہ کام کسی اور کے سپرد کرتا تو اندیشہ تھا کہ بات ظاہر ہو جاتی۔ جواب لکھ کر میں نے گاڑی کے لئے آواز دی۔ دوپہر کا وقت تھا میری اہلیہ نے بھی میرے آواز سن لی اور پوچھا گرمی میں کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا ذرا ڈاک خانے تک ایک خط رجسٹری کرانے جا رہا ہوں۔ کہا عبدالکریم کو کیوں نہیں دے دیتے؟ میں نے کہا یہ کام عبدالکریم کے کرنے کا نہیں۔ ان دنوں میڈنز ہوٹل کے پھاٹک کے برج میں ایک چھوٹا سا ڈاک خانہ تھا میں خط وہاں لے گیا اور رجسٹری کرنے کی لئے پیش کیا۔ مجھے رجسٹری کے قوائد کا علم نہ تھا نہ خط رجسٹری کرانے کا تجربہ' بابو صاحب خط دیکھ کر برافروختہ ہوئے۔ شاید پتہ پڑھ کر خیال کیا ہو کہ یہ کوئی منگتا ہے جس کے بگڑے ہوئے دماغ میں خیال آیا ہے کہ چلو وائسرائے ہی سے کچھ مانگ لیں خط میری طرف واپس پھینک کر غصّے کے لہجے میں کہا،” آجاتے ہیں کہیں کے نہ عقل نہ سمجھ یہ لو فارم اسے پُر کر کے لاؤ“۔ میں نے ان سے معذرت کی اور فارم پُر کر کے پیش کر دیا۔ کچھ دنوں بعد جب سرکاری اعلان ہو گیا تو درگا داس صاحب نے جو شملہ میں ٹربیون کے نمائندے تھے اخبار میں لکھا” میاں صاحب کی جگہ ایک ادنیٰ درجے کے وکیل کا تقرر ہوا ہے۔“ ایسے واقعات بعد میں بھی کبھی کبھی ہوتے رہے اور ہر بار میں اپنے نفس کو تنبیہ کرتا دیکھنا کہیں گھمنڈ میں نہ آ جانا۔ ہو تم منگتے ہی لیکن اپنے پیدا کرنے والے کے در کے منگتے ہی رہنا انسانوں سے کبھی حاجت روائی نہ چاہنا۔ تم وکیل رہو یا کچھ اور بنو ہو تم ادنیٰ ہی اعلیٰ وہی ہے جسے اللہ بلند کرے' تم ادنیٰ ہو اور عاجز ہو اس کے آگے ہر وقت جھکے رہو۔ درگا داس صاحب کو میں اس سے پہلے بھی جانتا تھا بعد میں تو اکثر مجھ سے ملتے رہے۔ میرے مکان پر بھی کئی بار تشریف لاتے تھے میں انہیں نہایت اکرام اور تواضع سے ملتا اور وہ بھی میرے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے۔ تنقید کے طور پر کچھ کہتے تو ہنس کر کہتے۔ کئی سال بعد جب میں فیڈرل کورٹ کا جج تھا ایک دن میڈنز ہوٹل کے ڈاک خانے والے بابو صاحب جو ملازمت کی میعاد پوری کر چکے تھے اپنے کسی ذاتی ضرورت کے سلسلہ میں مجھ سے ملنے کے لئے میرے مکان پر تشریف لائے۔ میں کچھ خجل ہوا کہ انہیں یاد آتا ہوگا کہ اسے تو خط رجسٹری کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا تھا۔ وہ معمر تھے میں ادب اور تواضع سے پیش آیا اور جو ارشاد انہوں نے فرمایا میں نے اس کی تعمیل کر دی۔

(تحدیث نعمت صفحہ ۳۰۶ طبع دوم)

تربیت اولاد

(نوشابہ ودود۔ کینیڈا)

تقریباً ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی زندگی میں بہترین ڈسپلن یعنی نظم و ضبط پیدا کرسکیں۔ اور سب ہی اپنے اپنے طریقے اور سمجھ بوجھ سے بچوں کی تعلیم وتربیت میں ڈسپلن یا نظم وضبط پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر نے یہ دیکھا ہوگا کہ کھانے کی پلیٹ جان بوجھ کر زمین پر گرادینے کی وجہ سے غصے میں بھرے ہوئے ماں یا باپ نے بچے کو تھپڑ لگا دیا۔ اس کے برعکس آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بچے کسی کے گھر جا کر ان کے گھر کی ہر چیز تہہ وبالا کررہے ہیں لیکن ماں باپ ہیں کہ وہ نظر اٹھا کر ہی نہیں دیکھ رہے کہ ہمارے بچے کسی دوسرے کے گھر کا کیا حشر کررہے ہیں۔

یہ دونوں طریق ہی غلط ہیں لیکن آخر مناسب طریقہ کیا ہے؟ بچے کو صحیح راہ پر گامزن کرنے کا کوئی بھی ٹھوس اور قطعی فارمولا نہیں ہے۔ صرف یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کون سا طریقہ آپ کے بچے کی شخصیت مزاج اور عمر کے لحاظ سے مناسب اور موزوں ہے۔ نظم وضبط کے لئے کسی خاص وقت یا عمر کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر بہت شروع سے ہی بچے کو یہ بتا دیا جائے کہ یہ حدود ہیں اور ان سے باہر نہیں جانا یعنی وہ کیا کرسکتے ہیں اور کیا نہیں کرسکتے تو آئندہ کی زندگی میں بھی وہ غلط اور صحیح میں فرق کرنا سیکھ جاتے ہیں۔

ماہرین کا خیال ہے کہ بچے کی زندگی کے پہلے تین سال نظم وضبط اور ڈسپلن کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں۔ ان پہلے تین سالوں میں اگر انہیں یہ سکھا دیا جائے کہ کیا حدود ہیں اور ان سے باہر نہیں جانا تو ان کی بقیہ زندگی کے لئے اخلاقی نشوونما کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ اور وہ حدود کیا ہیں؟ انہیں مقرر کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ وہ والدین جو بچوں کو ہر چیز کی کھلی چھٹی دے دیتے ہیں، ان کی غلط باتوں کو نظر انداز کردیتے ہیں ان کا ہر مطالبہ پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے بچے اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایسے بچے جب سکول جانا شروع کرتے ہیں یا معاشرے کے دوسرے لوگوں اور بچوں سے ملتے ہیں تو خود کو ایڈجسٹ یا ہم آہنگ کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں اور اس کے برعکس وہ بچے جن کے والدین سخت مزاج ہوتے ہیں ان کے بچے نفسیاتی مسائل کا شکار ہوجاتے ہیں۔ عام طور پر ڈرپوک اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا اس کے برعکس باغی، سرکش اور غصے والے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے بچے سکولوں میں عموماً بدتمیزی کرتے ہیں اور عام زندگی میں ہر قسم کی غنڈہ گردی اوروں سے روا رکھتے ہیں۔

آئیڈیل ڈسپلن ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ڈسپلن کا لفظ لاطینی کے لفظ Disciplina سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے ”تعلیم“۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ڈسپلن سے مراد محبت بھرے انداز اور مستقل مزاجی سے بچوں کو سکھانا ہے اور ان کو بتانا ہے کہ ان کی حدود کیا ہیں، وہ کیا کرسکتے ہیں اور کیا نہیں کرسکتے۔ جس سے ان کو یہ پتہ چل سکے کہ یہ دنیا کس طرح کام کرتی ہے اور انہوں نے اپنا کردار کیسے منظم طریقے سے ادا کرنا ہے۔ تاہم ہر بچے کی شخصیت، مزاج اور معاشرتی حالات مختلف ہوتے ہیں لیکن یہاں ہم کچھ عمومی طریقے بیان کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ پیدائش سے لے کر سکول جانے کی عمر تک عام طور پر کیا مسائل ہوتے ہیں اور ہر عمر میں کیا طریقے کارگر ہوسکتے ہیں۔ اور بچوں میں نظم و ضبط پیدا کرنے میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔

پیدائش سے لے کر دو سال تک

ڈسپلن کی بنیاد اس وقت اس طرح پڑتی ہے کہ جب آپ بچوں کی زندگی کے روزمرہ کاموں کو ترتیب دیتے ہیں۔ یہاں ڈسپلن کا آغاز روٹین سے ہوتا ہے جب کہ ہر بچہ جب دودھ پیتا ہے اور پھر اسے لٹایا جاتا ہے جبکہ وہ لیٹنا نہیں چاہتا۔ کپڑے اور جسم گندا ہونے پر ان کی صفائی اور رات کو سوتے وقت سونے کا ماحول پیدا کر کے روشنی بند کر کے اسے سلاتے ہیں تو آپ اسے اصول وضوابط اور حدود سکھا رہے ہیں۔ شروع کا یہی وقت ہوتا ہے جب آپ بچے کے لئے مخصوص جانی پہچانی روٹین اور طور طریقے پیدا کر کے مستقل مزاجی اور محبت سے اس کے ہر کام میں حصہ لے کر یہ ثابت کررہے ہوتے ہیں کہ یہ دنیا ایک طریقے اور ایک روٹین سے چل رہی ہے جس کا تمہیں پابند ہونا ہے۔ بار بار کام کو ایک ہی طریقے سے دوہرایا جائے تو ذہن میں اس کے نقش بنتے رہتے ہیں۔ اور یہی بیرونی کاموں کی تربیت اندرونی تربیت کا باعث بنتی ہے۔ اس عمر میں بچے کے لئے کوئی سزا کارگر نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سزا کا تعلق ڈسپلن سے ہے ہی نہیں۔ سزا کا مقصد دراصل شرمندگی، تکلیف اور برے کام سے بچانا ہے جبکہ

ڈسپلن کا تعلق جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تعلیم سے ہے۔ بہت سے لوگوں کے نزدیک ڈسپلن سے مراد سزا ہے ۔حالانکہ چھوٹے بچوں کے لئے ڈسپلن میں سزا کا کردار بہت کم ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچے صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ انہیں ماں باپ کی طرف سے کس بات کی اجازت ہے اور کس بات کی اجازت نہیں ہے۔ تین سال سے کم عمر بچوں کو تعلیم دینا بہت مشکل کام ہے لہٰذا صبر سے کام لیں۔ اس عمر کے بچوں کے لئے تین بنیادی باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔

☆......(۱): نگرانی کریں کہ بچہ کسی خطرناک یا تکلیف دہ صورتحال سے دوچار نہ ہو جائے۔

☆......(۲): بچے کی توجہ کسی اور طرف لگا دیں۔ مثلاً بجلی کے سوئچ سے ہٹا کر رنگین تصویروں والی کتاب کی طرف توجہ دلا دیں۔

☆......(۳): کوئی مناسب متبادل صورت پیدا کرنے کی کوشش کریں مثلاً کچن کے برتنوں کو چھیڑنے اور درازیں کھولنے کی بجائے کھلونے سے کھیلنے لگے۔

اسی طریقے سے ہر بار کام کریں یہاں تک کہ بچے کو پتہ چل جائے کہ وہ کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔ اس دور میں بچے چیزوں کو پکڑ کر عموماً الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ ایسے بچے کو بار بار روکنے اور منع کرنے کی بجائے گھر کو چائلڈ پروف بنا دیں ورنہ بچے اپنے اردگرد کی دنیا میں دلچسپی لینا کم کر دیں گے جو ان کے سیکھنے کا ذریعہ ہے۔

اکثر گھروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جونہی بچہ پاؤں سے چلنا شروع ہوا گھر والوں نے گھر کی سجاوٹ کی تمام چیزیں اٹھا کر سنبھال کر رکھ دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ بچہ گھر کی ہر چیز کو ہمیشہ تہہ و بالا ہی کرے۔ صرف وہ چیزیں جو خطرناک ہو سکتی ہیں بچے کی پہنچ سے دور رکھیں۔ باقی گھر کی تمام چیزیں اپنی جگہ پر ہی رہنے دیں۔ یاد رہے کہ بچہ ہمیشہ نئی چیزوں میں دلچسپی لیتا ہے۔ اگر بچہ گھر کی چیزوں کو ہمیشہ ایک ہی جگہ دیکھتا رہے گا تو وہ ان کا عادی ہو جائے گا اس لئے شروع کے کچھ دن دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ کہیں بچہ کوئی نقصان نہ کر بیٹھے، ساتھ ہی بچے کو کھیلنے کے لئے اور بہت سی چیزیں دیتے رہیں اور بدل بدل کر نئی چیزیں دیتے رہیں تاکہ وہ اپنے تجسس کو تسکین دے سکے۔ اس کے لئے ہر دفعہ نئے اور قیمتی کھلونے ضروری نہیں۔ گھر میں عام استعمال ہونے والی بچے کے لئے محفوظ چیزیں بچے کے لئے زیادہ دلچسپ ہوتی ہیں۔ پرانے رسالے، رنگین فلائر، کچن کے کئی محفوظ برتن، چیزوں کے خالی ڈبے اور اسی طرح کی کئی اور چیزیں بچے کی دلچسپی کو برقرار رکھ سکتی ہیں۔

یہ یاد رہے کہ بچہ ہمیشہ ماں باپ کی نقالی کرتا ہے۔ وہ صرف انہی چیزوں کو استعمال کرنا چاہے گا جو اپنے ماں باپ کو استعمال کرتا دیکھے گا۔ اس لئے اکثر گھروں میں بچے ٹی وی، ریموٹ کنٹرول، ٹیلی فون، اخبار اور ماں باپ کے زیر استعمال رہنے والی دوسری چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ اس لئے بچے جب دیکھتے ہیں کہ والدین گھر کی سجاوٹ کی چیزوں کو استعمال نہیں کرتے تو بچوں کو بھی ان چیزوں کے چھیڑنے کا شوق نہیں ہوتا اور یوں بچے کے ہوتے ہوئے بھی آپ اپنے گھر کو سجا ہوا رکھ سکتے ہیں۔ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا ہے خودمختار بن رہا ہوتا ہے۔ وہ بہت سے کام خود کرنا چاہتا ہے۔ اپنی نگرانی میں اسے کام کرنے دیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ اگر غلط کر رہا ہے تو اسے صحیح کر دیں ۔بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ رہنا اور کھیلنا پسند کرتا ہے۔ اگر کسی سے لڑائی کرتا ہے، کسی دوسرے بچے کی چیز چھیننے کی کوشش کرتا ہے ایسے وقت میں اس کے قریب رہیں اور دیکھیں کہ کس وقت وہ دوسرے بچے کو مارنے لگا ہے۔ فوراً اسے اٹھا کر لے جائیں اور سمجھائیں کہ مارنا نہیں چاہئے بلکہ نرمی سے کیسے ہاتھ لگاتے ہیں اور منہ سے بات کرتے ہیں کہ ''مجھے کھلونا دو''۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ آپ کی بات سمجھ نہیں سکتا تو وہ کم از کم تاثر سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ مجھے کیا کہا جا رہا ہے۔ اگر وہ آپ کو مارنے لگے تو جواب میں اسے کبھی نہ ماریں ورنہ اس سے اس میں آپ کو مارنے کی عادت مزید پختہ ہو جائے گی۔

بہتر حل یہ ہے کہ اسے کہیں ''مارنا نہیں''۔ اور کمرے سے نکل جائیں۔ اتنی عمر کے بچوں کے لئے الفاظ سے زیادہ عمل اور تاثر کام کرتا ہے۔ اس طرح اسے پتہ لگ جائے گا کہ میری کس بات سے آپ کمرے سے باہر گئے ہیں۔ بچے کو منع کرنے کے لئے ''نہیں'' کا استعمال کم سے کم کریں کیونکہ بچہ ماں باپ کی نقل کرتا ہے۔

تین سے چار سال تک

تین سال کے قریب بچے کی شرارتیں اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ اکثر والدین کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ خصوصاً دوسرے لوگوں کے سامنے والدین کی بے بسی بڑھ جاتی ہے۔ اس عمر میں بچہ والدین کی ناراضگی، منت سماجت، چیخ و پکار کو سنی ان سنی کر کے اپنے کام جاری رکھتا ہے۔ اس عمر میں بچے کا تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کو اصول وضوابط بنانے میں شامل کیا جائے۔ اور جب بچہ کنٹرول سے باہر ہونے لگے تو اسے یاد کروائیں کہ ہم نے کیا اصول بنائے تھے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اس دور میں کچھ بچے بہت ضدی ہو جاتے ہیں اور ضد منوانے کے لئے اس طرح روتے ہیں کہ والدین کے لئے کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر تھکاوٹ یا بھوک کی وجہ سے بچہ ایسا کر رہا ہے تو اسے فوراً آرام کرنے دیں یا کھانے کے لئے کچھ دے دیں۔ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ کسی ہال میں بچے نے کسی چیز کے لئے ضد میں آ کر رونا شروع کر دیا ہے۔ اس کے لئے جس طرح بھی ہو سکے بچے کو اٹھا کر باہر کسی جگہ لے جائیں اور اس کے خاموش ہونے تک کچھ نہ کہیں بلکہ

اسے خود ہی خاموش ہوجانے دیں ۔ جب وہ خاموش ہو جائے تو اس سے پوچھیں کہ 'کیا اب ہال کے اندر چلے جائیں'۔

بچے اکثر باہر یا دوسروں کے سامنے اپنے مطالبات منواتے ہیں۔کیونکہ اکثر ماں باپ شرمندگی سے بچنے کے لئے ان کی ضد پوری کر دیتے ہیں ۔ لیکن ایسا کبھی نہ ہونے دیں۔یہ تھوڑی دیر کی شرمندگی ہمیشہ کے لئے مسئلے سے آپ کو بچائے گی کیونکہ بچوں کو پتہ ہوتا ہے کہ جب ''نہیں'' کہا جائے تو اس کا مطلب نہیں ہی ہوتا ہے۔

اس ضد اور نافرمانی سے بھی اصل میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ خود مختار ہونا سیکھ رہا ہے۔لہٰذا بچے کو خود مختاری سیکھنے پر سزا دینا غلط ہے۔لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسے منع ہی نہ کیا جائے۔ بچے کو اپنی مرضی پر چلانے کے لئے دوسرے مناسب راستے دکھائے جاسکتے ہیں۔

کئی بچے آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے جان بوجھ کر شرارتیں کرتے ہیں۔اگر بچہ آپ کی ہر صحیح بات پر صرف مسکرا کر دیکھے اور یہ ثابت کرے کہ اس پر کچھ اثر نہیں ہوا ہے۔گویا اس نے سنا یا سمجھا ہی نہ ہو۔ایسی صورت میں ہنسنے یا توجہ دینے کی بجائے سختی کی زبان میں کہیں 'مجھے معلوم ہے کہ آپ شرارت کر رہے ہیں۔لیکن مجھے آپ کی یہ بات پسند نہیں آئی اور نہ ہی اس پہ ہنسی آ رہی ہے۔ بچہ جب دیکھے گا کہ وہ منفی طریقے سے آپ کی توجہ لینے میں ناکام رہا ہے تو ممکن ہے کہ وہ مثبت طریقے سے کام کرے ۔ اس طرح جب بچہ مثبت طریقے سے کام کرے تو اس کی حوصلہ افزائی ضرور کریں۔اسے توجہ دیں اور اس کی تعریف کریں تاکہ وہ مثبت بات کو دوبارہ بھی کرے ۔اگر کسی کام کے کرنے سے انعام کا وعدہ کر رکھا ہے تو وہ انعام کام کرنے پر ضرور اسے دیں اور نہ کرنے کی صورت میں ہرگز نہ دیں۔

اگر بچہ کسی طرح بھی آپ کی بات ماننے پر آمادہ نہ ہو تو آپ کی دھمکی کا جواب دھمکی اور بحث سے دے تو مزید بحث کرنے کی بجائے سخت رویہ اپنا لیا جائے کہ آپ نے فلاں اصول توڑا تو ہرگز آپ کی بات نہیں مانی جائے گی۔

اگر کسی روٹین کو اپنانے میں بچہ مشکل محسوس کرے،مثال کے طور پر اپنے وقت پر سونا مشکل ہو تو اس کے لئے ایک چارٹ بنا دیں اور مختلف چھوٹے چھوٹے مشاغل کی تصاویر رسالوں میں سے کاٹ کر ترتیب وار بچے کے کمرے کی دیواروں پر لگا دیں جہاں بچہ آسانی سے دیکھ سکے اور پھر بچے سے پوچھتے رہیں کہ اب اس کے بعد کیا کرنا ہے۔ یہاں تک کہ سونے کا مرحلہ آ جائے ۔ اس کے علاوہ اگر بچے کو مثالوں سے سمجھایا جائے تو ان کی سمجھ میں بات بہتر طور پر آتی ہے اور وہ زیادہ آسانی سے اس پر عمل کرنا سیکھ جاتے ہیں ۔مثلاً سیڑھی نہ پھلانگو ورنہ چوٹ لگ جائے گی یا سڑک کے درمیان نہ چلو ورنہ گاڑی سے ٹکر ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر مثالوں سے نہ سمجھایا جائے تو وہ اپنے طور پر غلط مطلب بھی اخذ کرنے لگتے ہیں کہ شاید ہم بیوقوف یا خراب ہیں اس لئے ہمیں منع کیا جا رہا ہے۔

پانچ سے چھ سال تک

عام طور پر اس عمر میں بچہ سکول جانا سیکھ رہا ہوتا ہے۔ بچے زیادہ سے زیادہ خود مختاری حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں جو کہ اکثر بدتمیزی کی حد تک بڑھ جاتی ہے۔ یہ بچے کی سب سے غیر دلچسپ عمر ہوتی ہے ۔اس عمر میں اسے تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے،جس سے اس کے اندر مزید ڈھٹائی غلط بیانی اور کہنا نہ ماننے والی باتیں شامل ہو جاتی ہیں۔

اگر بچہ جھوٹ بولے تو اسے جھوٹے کا لیبل نہ دیں کیونکہ پھر وہ اسی طرح سوچنے لگے گا بلکہ آپ اس پر واضح کر دیں کہ آپ اس کے جھوٹ سے متاثر نہیں ہوئے۔ اگر بچہ کوئی نقصان کرے تو اسے برا بھلا نہ کہیں تاکہ وہ جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ مل کر نقصان کا حل کریں۔مثلاً اگر بچے نے کوئی چیز توڑ دی ہے تو ڈانٹنے کی بجائے اسے کہیں کہ ''اوھو! آپ نے چیز توڑ دی ہے چلو آؤ پہلے اسے صاف کرو''۔ اگر ضرورت ہو تو ساتھ اس صفائی میں اس کی مدد بھی کریں ۔

اگر بچہ ہر بات کا جواب نہ میں دے تو لیکچر دینے اور تنقید کرنے کی بجائے آرام سے اور مختصر الفاظ میں اس پر واضح کر دیں کہ جو کام اس کے ذمے ہیں وہ بہر حال کرنے ہیں۔بہتر یہی ہے کہ گھر میں سب لوگ ہفتے کے کسی روز اکٹھے ہو کر یہ طے کر لیا کریں کہ کس کے ذمے کیا کام ہیں اور بچے کو موقع دیا جائے کہ وہ کس کام کو کرنا پسند کرے گا۔اس طریقے سے وہ بغاوت سے کام لینے کی جائے اپنے لئے منتخب کیا ہوا کام خوش اسلوبی سے کرے گا۔

گھر میں اگر بچے آپس میں لڑائی جھگڑا کریں تو بڑے بیچ میں نہ آئیں بلکہ انہیں خود ہی فیصلہ کرنے دیں۔ اگر کسی وجہ سے بیچ میں آنا ضروری ہو جائے تو خیال رہے کہ کسی ایک بچے کی طرفداری نہ کریں اور نہ ہی یہ کھوج لگانے کی کوشش کریں کہ کس نے کیا کیا ہے یا آغاز کس کی طرف سے ہوا ہے بلکہ انہیں الگ الگ جگہوں پر بٹھا دیں یا کمروں میں بھیج دیں اور خبردار کریں کہ جب تک دونوں مسئلے کا حل نہ کر لیں اکٹھے نہ ہوں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں کسی مضحکہ خیز بات پر ہنسا دیا جائے یا چونکا دینے والی کوئی خبر سنا دی جائے تو وہ لڑنا بھول کر نئی خبر کے بارے میں بات کرنے لگ جائیں۔

جیسے ایک والد نے بچوں کی لڑائی کے دوران ان کی ویڈیو بنا کر دکھانی شروع کر دی تو بچے لڑنا بھول کر اپنی ویڈیو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

اگر بچے لڑائی کے دوران یا کسی دوسرے کے ساتھ گندی زبان استعمال کریں تو انہیں بتائیں کہ

گندی زبان کا استعمال دوسروں کو کس طرح برا لگتا ہے اور لوگ بھی اسے برا سمجھتے ہیں۔ اگر بچے پھر بھی باز نہ آئیں تو کمرے سے نکل جائیں۔ اس دور میں بعض بچے بہت حساس ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں کسی غلطی سے منع کیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں یا رونے لگتے ہیں۔ ایسے بچوں کے ساتھ خاموشی اور نرمی سے بات کی جائے اور یہ ضروری ہے کہ اپنے غصے پر کنٹرول رکھیں۔

ڈسپلن کے متعلق کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق صرف والدین سے ہے۔ اگر ماں باپ آپس میں بچوں کی تربیت و تعلیم کے طریقوں کے بارے میں متفق ہیں تو یہ بہت آئیڈیل بات ہے لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ماں اور باپ کے طریقوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اکثر بچوں کو اپنی راہ پہ چلانے اور بعض دفعہ دوسرے کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے جو کہ انتہائی غیر صحتمند بات ہے۔ بے شک ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر اسے چلاتا رہے لیکن دوسرے کی طرف سے ہٹانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بچے کے اندر اتنی صلاحیت ضرور ہوتی ہے کہ وہ دونوں کے طریقے کو سمجھ سکے اور اپنا سکے۔ بلکہ آگے چل کر یہ بات بچے کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے کہ اس کے پاس چیزوں کو دیکھنے کے دو مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ وہ مسائل کو ایک سے زیادہ طریقوں سے حل کرنا سیکھ لے گا۔ اس لئے اگر ماں مختلف طریقے سے بچے کو سکھاتی ہے اور باپ بالکل مختلف سکھاتا ہے تو آپس میں لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے پر تنقید کرنے کی بجائے اپنے اپنے طریقے پر بچے کو بھی چلاتے رہیں۔ بعض حالات میں اگر مخالفت کرنا ضروری بھی ہو تو بچے کے سامنے اس مخالفت کا اظہار ہرگز نہ ہونے دیں۔ یہ بہت ہی نقصان دہ ہے۔ اس سے بچہ دونوں طرف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی کسی سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے علاوہ والدین یہ کر سکتے ہیں کہ آپس میں سمجھوتہ کر لیں کہ کچھ کاموں کے نگران والد صاحب ہیں اور کچھ کی والدہ اور بعض گھروں میں بزرگ بھی ہوتے ہیں، کچھ کام ان کی نگرانی میں سونپ دئے جائیں اور اس طرح دوسروں سے سیکھنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ والدین سے یہ سوال پوچھا گیا کہ ڈسپلن کا بہت بڑا مسئلہ کیا ہے تو ان کا جواب تھا کہ بچے ہماری بات نہیں سنتے، بہت نافرمان ہیں۔ یہ ہر عمر کے بچوں کا مسئلہ ہوتا ہے اس کے حل کے لئے ضروری ہے کہ والدین خود بات سننے کا نمونہ پیش کریں۔ لیکچر اور نصیحت کی بجائے جب بچے آپ سے بات کر رہے ہوں تو ان کی بات پوری توجہ سے سنیں اور مسائل کے حل کے لئے بچوں کو بھی شامل کریں۔

تنقید کرنے اور سخت الفاظ استعمال کرنے سے گریز کیا جائے اور وہی بات نرم الفاظ میں کہی جائے جیسے ''کیا مجھے ہر دفعہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ کپڑے اٹھا کر الماری میں رکھ دو''۔ اس کی بجائے یہی بات اس طرح بھی کہی جاسکتی ہے کہ ''یہ کپڑے الماری میں رکھے جائیں گے''۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''زمین سے کپڑے اٹھالو''۔

بچوں کو کچھ اپنی پسند کا بھی موقع دیں یعنی انہیں مجبور نہ کیا جائے کہ تمہیں ہر حالت میں فلاں کپڑے ہی پہننے ہونگے بلکہ اس کی بجائے انہیں ایک دو کپڑوں میں سے پسند کرنے کا موقع دیا جائے کہ ان میں سے کون سا پسند کرو گے۔

ان سب باتوں میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ والدین خود اپنا نمونہ پیش کریں۔ اگر والدین کی زندگی میں ایک روٹین، رکھ رکھاؤ، پابندی اور نظم و ضبط ہے تو بچے بھی اسی پہ عمل کریں گے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو بھی طریقہ اپنائیں مستقل مزاجی سے اس پر قائم رہیں۔ بے شک والدین کے لئے مشکل ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان پر پابند رکھیں۔ خصوصاً جب وہ ملازمت کر رہے ہوں تو سوچتے ہیں کہ تھوڑا سا وقت جو وہ بچوں کے ساتھ گھر میں گزار رہے ہیں وہ بھی ان پر پابندیاں لگائیں۔ لیکن بہتر مستقبل کے لئے مستقل مزاجی بہت ضروری ہے۔ چھوٹی عمر میں جہاں بچوں کو ڈسپلن سکھانا بہت مشکل ہے وہاں ان میں نظم و ضبط پیدا کرنا بے حد ضروری بھی ہے۔ حد سے تجاوز نہ کرنے سے یہ ہنر آئندہ بڑی عمر میں ان کے کام آئے گا۔ چھوٹی عمر میں چھوٹے چھوٹے کاموں سے سیکھا ہوا یہ ڈسپلن کل بڑی عمر میں بڑے بڑے موقعوں پر نظر آئے گا۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ پہلے اپنے اندر نظم و ضبط اور ڈسپلن پیدا کریں اور پھر بچوں کو اس کی تلقین کریں یہی کامیابی کی کلید ہے۔

(بشکریہ :احمدیہ گزٹ کینیڈا۔ جولائی ۲۰۰۲ء)

پھر بڑھا اُن کے قدم لینے کو شوق
پھر سرِ تسلیم جھکتا جائے ہے
کاش ہو جائے درِ اُمید وا
رہگذر میں کوئی روتا جائے ہے

مصلح الدین راجیکی

قومی اخلاق کی تباہی کا ایک مہلک ترین سبب

از قلم مولانا عطا اللہ صاحب کلیم (مرحوم)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

و من الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین (سورۃ لقمان آیت ۷)

''اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنا روپیہ ضائع کر کے کھیل تماشہ کی باتیں لیتے رہتے ہیں تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں اور اس یعنی اللہ کے راستے کو ہنسی کے قبل چیز بنا لیتے ہیں ان لوگوں کے لیے ذلت والا عذاب ہوگا۔''

ایسے لوگوں کو جب نصیحت کرتے ہوئے سمجھایا جائے اور قرانی آیات میں بیان کردہ امور کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ کیا وطیرہ اختیار کرتے ہیں اس کا ذکر اسی سورۃ کی اگلی آیت میں یوں فرماتا ہے۔

۲ اذا تتلی علیہ ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا فبشرہ بعذاب الیم (سورۃ لقمان آیت ۸)

اور جب ایسے شخص کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں (وہ اس حد تک بے پرواہی کرتا ہے) گویا اس کے کانوں میں بہرہ پن ہے۔ پس تو اس کو ایک دردناک عذاب کی اہم خبر سنا۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

قرآن کریم کی ان دو آیتوں کے آغاز میں ہی ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ قومی اخلاق کی تباہی کے اس مہلک ترین سبب کی طرف توجہ دلائی جائے جس میں بعض افراد جماعت خواہ ان کی تعداد کتنی بھی کم ہو ملوث ہو رہے ہیں اور اس کا اثر ان کے بچوں اور بچیوں پر بھی پڑ رہا ہے۔

میری مراد اس مہلک ترین سبب کی طرف ہے جس کا ذکر سورۃ الفرقان کی آیت ۷۳ میں کیا گیا ہے کہ عبادالرحمان یعنی رحمان خدا کے بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ: والذین لا یشھدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراما (سورۃ الفرقان آیت ۷۳)

اور وہ لوگ اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر بغیر ان میں شامل ہونے کے گزر جاتے ہیں۔ (تفسیر صغیر سورۃ الفرقان صفحہ ۴۶۶)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

زور کے پانچوں معنی مجلس الغنا یعنی گانے بجانے کی مجلس کے ہیں اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ رحمان کے بندے گانے بجانے کی مجلس میں نہیں جاتے تا کہ اس کے زہریلے اثرات سے وہ محفوظ رہیں اور خدا تعالی سے غافل ہو کر ہوا و ہوس کے پیچھے نہ چل پڑیں۔ اس بناء پر میں نے اپنی جماعت کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ سینما نہ دیکھا کرے کیونکہ اس میں بھی گانا بجانا ہوتا ہے جو انسانی قلب کو خدا کی طرف سے غافل کر دیتا ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ گانا بجانا اور باجے وغیرہ یہ سب شیطان کے ہتھیار ہیں جن سے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی اس واضح ہدایت کو بھلا دیا ہے اور وہ اپنی طاقت کے زمانہ میں رنگ رلیوں میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہیں اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ خلافت عباسیہ تباہ ہوئی تو محض گانے بجانے کی وجہ سے ہوئی۔ محمد شاہ رنگیلے کو رنگیلا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ گانے بجانے کا بہت شوقین تھا، بہادر شاہ جو ہندوستان کا آخری مغل بادشاہ تھا وہ بھی اسی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوا۔۔۔۔اندلس کی حکومت بھی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی، مصر کی حکومت بھی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔۔۔۔مگر اتنی بڑی تباہی دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کو اب بھی یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سنیں اور وہ اپنی تاریخ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے حالانکہ قرآن کریم نے والذین لا یشھدون الزور میں بتایا ہے کہ اگر مسلمان عبادالرحمٰن بننا چاہتے ہیں تو ان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ گانے بجانے کی مجالس کو ترک کریں اور خدائے واحد سے لو لگائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو اس کے تباہ کن نتائج سے وہ محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔۔۔۔میرے نزدیک موجودہ زمانہ

میں جولغویات پائی جاتی ہیں ان میں سب سے مقدم سینما ہے، جوقومی اخلاق کیلئے ایک نہایت ہی مہلک اور تباہ کن چیز ہے۔۔۔۔سینما کی وہ فلمیں جوآج کل تمام بڑے بڑے شہروں میں دیکھائی جاتی ہیں اور جن میں ناچ بھی ہوتا ہے اور گانا بجانا بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک بدترین لعنت ہے جس نے سینکڑوں شریف گھرانوں کو گویا اور سینکڑوں شریف گھرانوں کی عورتوں کو ناچنے والا بنادیا ہے۔۔۔۔سینما والوں کی غرض تو محض روپیہ کمانا ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کو اخلاق سکھانا اور وہ روپیہ کمانے کیلئے ایسے لغو اور بے ہودہ افسانے اور گانے پیش کرتے ہیں جو اخلاق کو سخت خراب کرنے والے ہوتے ہیں۔۔۔۔

غرض سینما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں اگر میری طرف سے ممانعت نہ ہوتی تب بھی ہر سچے اور مخلص مومن کی روح اس سے اجتناب کرتی ۔(تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورۃ الفرقان صفحہ ۵۸۵۔تا ۵۸۷)

یہ نہایت ہی افسوسناک بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض احمدی افراد بھی فحش فلمیں دیکھنے کے عادی ہو رہے ہیں اور اس کا اثر ان کے بچوں اور بچیوں پر اس رنگ میں ہو رہا ہے کہ جو خاکسار کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ لڑکیوں نے اپنے کمروں میں ایکٹروں کی بڑی بڑی تصاویر جبکہ لڑکوں نے اپنے کمروں میں ایکٹرسوں کے بڑے بڑے پوسٹر لگائے ہوئے ہیں جو کسی بھی با اخلاق شخص کے شایاں شان نہیں ہوسکتے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ مئی ۱۹۹۶ میں جماعت کو واضح طور پر متنبہ کیا ہے۔ اس خطبہ کا خلاصہ انٹرنیشنل الفضل مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۹۶ میں جو شائع ہوا اس میں سے متعلقہ حصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضور نے یہ ذکر فرماتے ہوئے کہ بعض لوگ رات رات بھر انڈین فلمیں دیکھتے ہیں فرمایا کہ ہندوستانی فلمیں گندی اور ادب وشعریت کو ختم کرنے والی اور ایسے توہمات کو پیدا کرنے والی ہیں جو توحید کا کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتیں ۔حضور نے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے جماعت کی اکثریت کا اس پہلو سے قبلہ درست ہی ہے اور وہ ان لغویات میں ملوث نہیں ہیں لیکن جن کا قبلہ ٹیڑھا ہے انہوں نے بہت ہی خطرناک اقدام کئے ہیں۔بعض گھر ڈش انٹینا کے ذریعہ دن رات ہندوستانی فلموں میں مگن رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گندگی ، بے حیائی و بے غیرتی نئی نسل کا طرہ امتیاز بنتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے لٹریچر سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ ـــــ

فاجتنبو الرجس من الاوثان

رجس کو ترک کرو اور خاص طور پر ایسے رجس سے بچو جو لازماً بتوں کی طرف لے جائے گا اور جھوٹ سے بچو ۔حضور نے فرمایا کہ ہندوستانی فلموں کی پرستش کے نتیجہ میں ان ایکٹروں ، ایکٹرسوں کی پرستش شروع ہو چکی ہے اور ایسے لوگ ان کی تصویریں اپنے کمروں میں سجاتے ہیں اور ان کے ہمرنگ ہونے کی تمنار کھتے ہیں۔ اور ایسے رجحانات عوام میں تیزی سے پھیل رہے ہیں،حضور نے ایک اخباری خبر کا حوالہ سے بتایا کہ پاکستان میں مختلف سیٹلائیٹ رابطوں کے ذریعہ جو مولویت ہے جس کا سارا زور اس بات پر ہے کہ اس ٹی وی چینل (یعنی ایم ٹی اے) کو بند کردیا جائے جو خدا کی طرف بلاتا ہے اور کہتے ہیں کہ کب تک اس کو نہیں مٹائیں گے ہمیں چین نہیں آئے گا دوسری طرف سارا ملک دن رات ہندو ایکٹروں، ایکٹرسوں کی پرستش کرے اس کی انہیں ذرہ بھی پرواہ نہیں۔حضور نے فرمایا کہ اگر یہ حالت احمدی گھروں میں بھی داخل ہو جائے خواہ ہزاروں میں سے ایک میں بھی ہو تو یہ نہایت فکر انگیز بات ہے۔حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ دن بدن ایم ٹی اے کی طرف توجہ بڑھ رہی ہے خصوصاً بچوں کی اس میں دلچسپی غیر معمولی ہے۔ ایم ٹی اے بہت بڑا احسان ہے۔ناممکن ہے کہ ہم اس کا اللہ کے حضور شکر کا حق ادا کرسکیں۔

حضور ایدہ اللہ نے پاکستان کی جماعتوں کو خصوصیت سے نصیحت فرمائی کہ جائزے لیں کہ کہاں کہاں اس پہلو سے توجہ کی ضرورت ہے اور ایسے کمزور لوگوں کو بچانے کی کوشش کریں۔حضور نے فرمایا جہاں رجس آجائے وہاں ضرور بت پرستی آتی ہے۔

لہٰذا جماعت کے عہدیداران اور ساتھ ساتھ ذیلی تنظیموں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ کے عہدیداران کا فرض ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے اپنے دائرہ کار میں جائزے لیں کہ کہاں کہاں اس پہلو سے توجہ کی ضرورت ہے اور ایسے کمزور لوگوں کو سمجھا کر بچانے کی کوشش کریں اور جہاں ایسی گندی ویڈیو فلموں کے دیکھنے سے منع کریں وہاں گھروں سے نازیبا تصاویر کو بھی اتروا کر اپنے بچوں بچیوں کو اس مہلک ترین صورت سے بچائیں جو اخلاق کیلئے تباہ کن ہے۔

☆☆☆☆☆

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احباب جماعت احمدیہ امریکہ کو محبت بھرا اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

لندن
02.01.03

پیارے مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر (امیر جماعت امریکہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پر خلوص خط ملا جو آپ نے جماعت احمدیہ امریکہ کے مخلصین کی طرف سے لکھا ہے
جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ جماعت امریکہ نے شکرانہ کے طور پر
25,000.00 ڈالرز کا جو عطیہ فضل عمر ہسپتال ربوہ کیلئے پیش کیا وہ بھی ایک
گرانقدر خدمت ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ امریکہ کے مخلصین کے ایمان اور اخلاص
میں ترقی دے اور ان کے اموال اور نفوس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائے۔ آمین
میری طرف سے تمام احباب جماعت کو بہت بہت محبت بھرا السلام و نیک خواہشیں
اور نئے سال کی مبارکباد ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

In the Name of Allah, the Gracious, the Merciful

TA'LIM DEPARTMENT

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهُ

The best among you is the one who learns the Qur'an and teaches it (Bukhari)

THE FIFTH TA'LIMUL QURAN CLASS

WILL BE HELD

ON SATURDAY, MAY 17, 2003

AT BAITUL HADI MOSQUE, OLD BRIDGE, NJ

ON SUNDAY, MAY 18, 2003

AT BAITUL ZAFAR, HOLLIS, NY

The program will start at 9:30 AM

Lajna, Ansar and Khuddam are Requested to Attend

OBJECTIVES OF THE CLASS:

1. To Learn to recite the Holy Quran correctly
2. To learn basic Arabic and split-word translation of the Holy Qur'an
3. To get guidelines for the study of commentary of the Holy Qur'an

For more information, Please contact

Karimullah Zirvi

National Secretary Ta'lim

Phone: 201-794-8122 Fax: 201-794-8122

مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم کے حالاتِ زندگی

خاکسار اپنے برادرِ اکبر مولانا عطاء اللہ کلیم مرحوم کے حالاتِ زندگی مرتب کر رہا ہے۔ الحمدللہ کتاب تکمیل کے مراحل میں ہے۔ کلیم صاحب مرحوم نے نصف صدی سے زائد زمانہ خدمتِ سلسلہ میں گزارا۔ اور چار براعظموں میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران بہت سے ایسے واقعات وحالات گزرے ہوں گے جو ایک قاری کیلئے دلچسپ ہوں۔ اگر کسی دوست کے علم میں کوئی بھی دلچسپ اور قابل ذکر واقعہ ہو تو اسے انگریزی یا اُردو میں لکھ کر خاکسار کو بھیج دیں۔ خاکسار بہت شکرگزار ہوگا۔ اس سلسلہ میں احباب جماعت سے درخواستِ دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو بہترین رنگ میں سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

Phone: 410-578-4313 Fax: 301-879-0222

E-Mail: habib_bajwa@hotmail.com

Sadiq Bajwa

6667 Huntshire Drive,

Elkridge MD 21075